رکھتی ہے، شعر وسخن سے بھی اُن کو ذوق ہے، آئینہ اُن کے کلام کا مجموعہ ہے، اس کے شروع مین مصنف کے قلم سے اُن کے مختصر حالات اور جناب نکہت شاہجہانپوری کے قلم سے کلام پر تبصرہ ہے، اصل مجموعہ، حمد، نعت، منقبت، غزلیات، نظمون، رباعیات، قطعات، سہرے، تاریخ وغیرہ بہت سے اصناف سخن پر مشتمل ہے، جو مصنف کی قدرتِ کلام کا ثبوت ہے، اور ہر صنف مین مشق سخن کی پختگی نمایان ہے، زبان صاف وشستہ انداز بیان شگفتہ، خیالات مین حسن مذاق کے ساتھ تغزل کی رنگینی، اور جابجا بادۂ معرفت کی چاشنی بھی ہے، نعت ومنقبت اور صوفیانہ مضامین مین اعتدال قائم رکھنا بہت مشکل ہو، اس لئے مصنف سے بھی کہین کہین بے اعتدالی ہوگئی ہے، مجموعی حیثیت سے آئینہ اصحاب ذوق کے مطالعہ کے لائق ہے،

مفتاح العربیہ از جناب مولانا محفوظ الرحمن صاحب پارلیمنٹری سکریٹری، تقطیع اوسط، ضخامت ۱۲۰ صفحے، کاغذ معمولی کتابت وطباعت بہتر قیمت عہ/، پتہ:- اکلیل پرنٹنگ پریس، بہرائچ،

آج کل بڑے بڑے تعلیم یافتہ مسلمان تک کلام مجید کے معنی ومطالب کو نہین سمجھ سکتے، مذہب سے بے توجہی کے علاوہ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ عربی کی باقاعدہ تعلیم مین بڑا وقت صرف ہوتا ہو، اس لئے جن لوگون کو مذہب کا ذوق بھی ہو ان کو بھی عربی کی تعلیم کا وقت نہین ملتا، اس مشکل کو حل کرنے کے خاص طور سے کلام مجید کی تعلیم اور اسکے ترجمہ کی استعداد پیدا کرنے کے لئے بہت سی کتابین لکھی گئی ہین، اور اس سلسلہ مین لکھنؤ کا ادارہ تعلیمات اسلامی بڑا کام کر رہا ہے، مصنف نے بھی جن کو عربی کی تعلیم وتدریس کا وسیع تجربہ ہو اس مقصد کے لئے مفتاح العربیہ لکھی ہو، اس مین صرف ونحو کے ضروری قواعد کو کلام مجید ہی کے الفاظ وفقرون سے سمجھا گیا ہو اور اسکی مشقین لغات اردو کے فقرون سے بھی دی گئی ہین جس سے بقدر ضرورت عربی کی تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ کلام مجید کے ترجمہ کی استعداد بھی پیدا ہوتی جاتی ہے، اور ایک پڑھا لکھا شخص اس کتاب کی مدد سے چند مہینون مین کلام مجید کا معمولی ترجمہ آسانی کیساتھ کر سکتا ہے،

"م"

جلد ۶۴ ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۴۹ء عدد ۳

مضامین

شذرات

زبان کے بارہ مین گو ابھی دستور ساز اسمبلی مین آخری فیصلہ نہین ہوا ہے، لیکن اس کے قریب قریب کل ہندو ممبر ہندی زبان اور دیوناگری رسم الخط کیلیے مصر ہین، زبان کی مسودہ کمیٹی نے بھی جسکے ایک ممبر مولانا ابوالکلام تھے، ان کے احتجاجی استعفی کے باوجود یہی فیصلہ کیا ہے، اس سے بھی بڑھکر کانگریس کی ورکنگ کمیٹی اور دستور ساز اسمبلی کی کانگریس پارٹی نے بھی جن سے ہندوستانی کی حمایت کی توقع ہوسکتی تھی، ہندی ہی زبان اور دیوناگری رسم الخط کی تائید کی ہے، ان حالات مین دستور ساز اسمبلی کا جو فیصلہ ہوگا وہ ظاہر ہے، اب اس بارہ مین بحث و گفتگو اور شکوہ و شکایت بیکار ہے، ممکن ہے آئندہ حالات موجودہ ذہنیت اور اس فیصلہ کو بدلنے پر مجبور کرین لیکن اس وقت ہندو تہذیب کی تجدید کے خواب اور قوت و اقتدار کے نشہ مین ہے، اب حکومت سے زبان کے مسئلہ مین معقولیت کی توقع رکھنا عبث ہے

لیکن اس فیصلہ سے اردو زبان ختم نہین ہوسکتی بلکہ ایک حیثیت سے یہ فیصلہ خالص اردو کے حق مین مفید ہے، اگر ہندوستانی حکومت کی زبان قرار دیجاتی تو اردو کے حامی بھی اس پر مطمئن ہو جاتے، اور انکی توجہ اردو کی جانب بہت کم رہ جاتی لیکن ہندی کے ملک کی زبان قرار پاجانے کے بعد گو اردو کے حامی بھی اسکو سیکھین گے لیکن اردو سے انکا تعلق منقطع نہ ہوگا، خصوصاً مسلمان تو کسی حال مین بھی اردو کو نہین چھوڑ سکتے، اسکے چھوڑنے کے معنی یہ ہین کہ وہ اپنے کلچر اور اجتماعی وجود کو خیرباد کہدین، اور اب انھین اردو کو اسکی تمام خصوصیات کے ساتھ زندہ رکھنے کا حق ہے، اسمین شبہ نہین کہ زبان کی ترقی مین حکومت کی سرپرستی کو بڑا دخل ہے، لیکن وہ عام بول چال کی زبان کو نہین مٹا سکتی، اسلیے روزمرہ کی اردو کے مٹنے کا کوئی امکان نہین ہے کوئی مصنوعی زبان اسکی جگہ نہین لے سکتی، زیادہ سے زیادہ ایک محدود حلقہ کی علمی و ادبی زبان ہوکر رہ جائیگی، اس سے زیادہ اسکی اور کوئی حیثیت نہین ہوسکتی جو کچھ سوال ہے وہ علمی و ادبی اردو کی بقا کا ہے، لیکن اگر اسکے حامی اسکو باقی رکھنا چاہین گے تو وہ بھی ختم نہین ہو سکتی

اردو مین آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی فطری صلاحیت ہے، وہ خود رو پودے کی طرح پیدا ہوئی، عوام کی بدولت پھیلی اور عام شاعرون اور اہل علم و قلم نے اسکو علمی زبان بنایا، حکومت سے اسکا تعلق تو اس وقت قائم ہوا جب زبان بن چکی تھی، اور حکومت بھی برائے نام رہگئی تھی، اسمین اتنی کشش اور تاثیر ہے کہ وہ دوسری زبانون کو متاثر کرتی رہی ہے چنانچہ ہندوستان کی کوئی زبان بھی اسکے اثرات سے خالی نہین ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ عوام کی زبان ہے اور اسمین قریب قریب ہندوستان کی ہر زبان کے الفاظ ہین، اسلیے وہ کم و بیش ہر جگہ سمجھی جاتی ہے، اردو کے اسکا دامن نہایت وسیع ہے، اس نے مختلف زبانون کے ہزارون الفاظ و اصطلاحات کو اپنایا ہے، اور وہ مدتون سے ایک اعلی اور بلند تمدن کی نمائندہ ہے، اسلیے اس مین حکومت و سیاست کے ہر شعبہ علوم و فنون، اور تہذیب و معاشرت کی ہر شاخ اور اسکے لطیف سے لطیف مظاہر کے متعلق ہزارون دلکش الفاظ اور اصطلاحین موجود ہین جو ہندوستان کی کسی زبان کو نصیب نہین، اسلیے وہ ان کے لینے پر مجبور ہین، چنانچہ آج بھی ہندی زبان مین اس قسم کے اردو کے بہت سے الفاظ موجود ہین، جنکو نکالکر نئے الفاظ گڑھے جارہے ہین، لیکن جب اردو کی مخالفت کا بحرانی دور ختم ہوگا تو وہ ہندی کو متاثر کرکے رہیگی، اسلیے اردو کو باقی رکھنے کیلیے بہت تھوڑے سے سہارے کی ضرورت ہے۔

حکومت زیادہ سے زیادہ خود اردو کی امداد اور سرپرستی نہ کریگی لیکن اس نے اسکی خدمت تو جرم نہین قرار دیا ہے زبانین حکومت کے سہارے نہین بلکہ اپنے بولنے والون کے بل بوتے پر زندہ رہتی ہین، اسلیے اگر اردو کے حامی اسکو زندہ رکھنا چاہین گے تو اسکو کوئی طاقت ختم نہین کرسکتی، لیکن جو کچھ خطرہ ہے وہ انہی سے ہے، ان مین سے بہتیرے [illegible] کے اور ملازمتون کے دیوانے اردو سے منہ موڑ کر انگریزی کی طرح ہندی کی جانب ٹوٹ پڑین گے، حالانکہ ہندی کیساتھ اردو کا تعلق قائم رکھنا بہت آسان ہے، جن لوگون کو اردو سے دلچسپی تھی وہ انگریزی کیساتھ جو بالکل اجنبی زبان تھی، اردو کا مذاق قائم رکھتے تھے، تو ہندی کیساتھ جو اردو سے بہت قریب ہے، اور دونون مین بہت سی چیزین مشترک ہین اردو کا رکھنا بہت آسان ہے، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب اردو کے حامی اسکو زندہ رکھنا چاہین، اور آٹھ کروڑ ہندو مسلمانون کی زبان ہے، لیکن اگر بالفرض اس کو تنہا مسلمانون ہی کی زبان مان لیا جائے تو اگر تین، ساڑھے تین کروڑ مسلمان ملکر بھی اسکو زندہ نہین رکھ سکتے تو اردو کیا معنی ان کی ہر چیز کو مٹ جانا چاہیے،

اردو کی بقا کیلئے کسی بڑی جد وجہد اور ایثار و قربانی کی ضرورت نہین، محض تھوڑی سی توجہ درکار ہے، اسکی چند موٹی تدبیرین یہ ہین کہ اردو کے حامی اپنے بچون کو ہندی کے ساتھ اردو کی تعلیم دلانا بھی اپنا فرض تصور کرین، اگر سرکاری اسکولون مین اس کا انتظام ممکن نہ ہو تو پرانے مکتبی طریقہ کے مطابق گھر پر ابتدائی تعلیم دیجائے، ضروری اور ناگزیر صورتون کے علاوہ تحریر و تقریر اور خط وکتابت وغیرہ مین اردو ہی استعمال کی جائے، اردو اخبارات و کتابون کا مطالعہ کیا جائے، جابجا اردو کی لائبریریان اور ادبی مجلسین قائم کی جائین، مشاعرون کو ترقی دیجائے، ابتدائی تعلیم کے لیے ایسی ریڈرین تیار کی جائین جن کے ذریعہ بچے کم سے کم وقت مین اور آسانی کے ساتھ اردو لکھنا پڑھنا سیکھ سکین، بالغون کی تعلیم کا نظام قائم کیا جائے، اردو کا ہر حامی کم سے کم ایک ناخواندہ کو اردو سکھانا اپنا فرض بنالے، اردو کے غیر سرکاری امتحانون کا طریقہ رائج کیا جائے، بلکہ جامعہ اردو آگرہ کو جسکا مرکز اب علی گڈھ ہوگیا ہے اور جو عرصہ سے اس کام کو انجام دے رہی ہے، ترقی دیجائے، اور گورنمنٹ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اس کی سندون کو اردو کی سرکاری سندون کے برابر قرار دے، اس کے علاوہ اردو کے تحفظ اور ترقی کی اور بہت سی صورتین ہین، لیکن سب سے پہلی شرط عمل ہے۔

ابتدائی تعلیم کی زبان اور ثانوی اسکولون مین مختلف زبانون کی تعلیم کے بارہ مین وزرائے تعلیم کی کانفرنس اور یونیورسٹی کمیشن کا یہ فیصلہ کہ بچون کی ابتدائی تعلیم ان کی مادری زبان مین دیجائیگی اور مادری زبان وہ مانی جائیگی جو بچون کے والدین بتائین گے، اور جس ثانوی اسکول مین چالیس طالب علم یا کسی درجہ مین دس طالب علم کسی زبان کو سیکھنا چاہین گے تو اس کا انتظام کیا جائے گا، تعلیمی نقطۂ نظر سے بھی نہایت مناسب اور مفید ہے اور اس سے مختلف صوبون کے باشندون کو بھی اطمینان ہو جائے گا، بشرطیکہ اس پر عمل بھی ہو، درحقیقت بچون کو غیر مادری زبان مین ابتدائی تعلیم دینا تعلیم سے دشمنی ہے، ضرورت ہے کہ جمعیۃ العلماء، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور انجمن ترقی اردو مذکورۂ بالا فیصلہ کے نفاذ کی نگرانی کا فرض انجام دین، جہان اس پر عمل نہ ہو رہا ہو وہان کے باشندے ان ادارون کے ذریعہ حکومت تک شکایت پہنچائین، ورنہ جیسا کہ تجربہ ہے محض مقامی کوشش بے سود ہوگی۔

مقالات

اسلامی ہند کے تمدنی کارنامے

رفاہ عام کے کام

از مولانا عبد السلام ندوی

(۲)

نہر رفاہ عام کی جن چیزون کا ذکر اوپر کیا گیا، اگرچہ اُن کا فیض نہایت وسیع و عام تھا، تاہم خاص خاص طبقون تک محدود تھا، شفاخانون سے صرف مریض فائدہ اٹھا سکتے تھے، سرایون اور مہمان خانون سے صرف مسافرون کو فائدہ پہنچتا تھا، اور لنگر خانون سے صرف فقراء و مساکین متمتع ہوتے تھے، لیکن نہر، تالاب، کنوئین، اور پل وغیرہ کا فائدہ کسی خاص طبقے تک محدود نہین ہے، بلکہ اس سے وضیع و شریف اور غریب و امیر سب یکسان طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہین، اور فرمانروایان اسلام نے ہندوستان مین اس قسم کے بکثرت آثار خیر اپنی یادگار چھوڑے ہین،

ان چیزون مین ہندوستان جیسے زرعی ملک کے لئے نہرین سب سے زیادہ ضروری ہین، اور غالبًا سب سے پہلے فیروز شاہ تغلق نے متعدد نہرین جاری کین، چنانچہ اس نے سنہ ۷۵۵ھ مین جب دلی کے پاس دریائے جمنا کے کنارے فیروزآباد کو آباد کیا، تو ستلج سے جھجھر تک جس کی مسافت ۴۸ کوس ہے، ایک بڑی نہر نکالی، اور سنہ ۷۵۷ھ مین دریائے جمنا سے ایک نہر نکال کر اس کے ساتھ سات نہرین اور ملائین، اور اُن کو ہانسی تک لے گیا،

اور اس کے بعد حصار فیروزہ کے نام سے ایک حصار قائم کیا، اور اس حصار کے نیچے محل کے پاس ایک تالاب کھدوایا، اور اس کو نہر کے پانی سے بھر دیا، آب گھگر سے ایک اور نہر نکالی اور اس کو حصار سرستی سے آگے بڑھا کر نہر سر کھترہ تک پہنچایا، اور اس جگہ فیروز آباد کے نام سے ایک شہر آباد کیا، اور جمنا سے ایک نہر نکال کر اس شہر کے تالاب میں ملایا[۵۱]، اس کے بعد سلطان زین العابدین نے کشمیر مین نہایت کثرت سے زرعی نہرین جاری کین، چنانچہ تاریخ فرشتہ مین ہے،

"اکثر اوقات او بہ تعمیر ولایات و تکثیر زراعات دیر آوردن آبہا بجائے رود مصروف می گشت[۵۲]"

"در کالپور و غیر آن آبہا از دور آوردہ، جوہا میکند، و بہا می بست و زراعتہا بسیاری فرمود، و در مملکت کشمیر ہیچ زمینے بے آب و زراعت نماند،[۵۳]"

اس کے بعد تیموری دور مین ایرانی طرز کی نہرون کا رواج ہوا اور اکبر کے دور حکومت مین اس کی ابتدار ہوئی، ایران مین نہرین اور چشمے باغون اور گھرون مین جاری رہتے ہین، اور لوگ اُن سے بآسانی فائدہ اٹھاتے ہین، لیکن ہندوستان مین اس قسم کی نہرون اور چشمون کا وجود نہ تھا، چنانچہ بابر تزک مین لکھتا ہے:-

"در باغ و عمارتہا آب روان نے"

یہان کے لوگون کا دار و مدار صرف کنوؤن، تالابون اور ندیون کے پانی پر تھا جن کی نہایت کثرت تھی، اور بعض شہرون اور دیہاتون کے متصل واقع تھین، لیکن اُن سے نہرین اور چشمے نکال کر گھرون، اور باغون مین نہین لائے جاتے تھے، بلکہ لوگ کنوؤن اور تالابون کی طرح ندیون سے پانی نکال کر اپنے گھرون مین لاتے تھے، اور اس کو استعمال کرتے تھے، لیکن دور تیموری مین خانخانان نے بالکل ایرانی طرز پر برہانپور مین اس قسم کی ایک نہر نکالی اور لعل باغ سے مسجد جامع تک جو برہانپور کے میدان کے پہلو یعنی وسط شہر مین واقع ہے، اس کو پختہ کرایا، اور مسجد مین ایک حوض اور ایک عمارت تیار کرائی، کہ اس مین اس نہر کا پانی جمع رہے، اور لوگ آسانی کے ساتھ وضو کر سکین، اور وہان سے اہل شہر اپنے مکانون مین پانی

۵۱ فرشتہ جلد ۱ ص ۱۴۸
۵۲ ایضاً جلد ۲ ص ۳۴۲
۵۳ ایضاً صفحہ ۳۴۳

لے جا سکین، اور وہ اہل شہر کے اکثر مکانون مین جاری ہو سکے،

مولانا فریدالدین منجم دہلوی نے اس نہر کی تاریخ بنا یہ نکالی ہے،

سپہ سالار گیتی خانخانان — ستون بارگاہ شہریاری
کف رادش بل رود سوال است — نم دستش ز جود ابر بہاری
روان کردہ بشہر اندر قناتے — کز و سیراب کر دسوق و داری
در ایام جہانگیر جہان بخش — کہ از فرقش بنازد تاجداری
گرفت انجام کار چشمۂ خیر — مبادا انجام جریانش زیاری
بود چون دولت نامیش لازال — بود تا دورہائے روزگاری
دل دانا ز تاریخش بہ پرسید — جوابش داد ہاتف خیر جاری[۵۴]
۱۰۲۴ھ

اس کے بعد ۱۰۴۹ھ مین علی مردان خان کشمیر سے شاہجہان کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور عرض کی کہ میرے ساتھ ایران کے چند اشخاص ہین، جو نہرون کے کھودنے مین مہارت رکھتے ہین اگر حکم ہو تو دریائے راوی سے ایک نہر نکال کر شہر مین لائی جائے، جس سے شہر کے مزروعات اور باغات سرسبز و شاداب ہون، اور شہر کی رونق کے ساتھ زمینون کے محاصل مین بھی اضافہ ہو، شاہجہان نے اس تجویز کو پسند کیا، اور اس کے مصارف کے لئے لاکھ روپیہ عطا کئے، علی مردان خان نے اس کام کے لئے ایک معتبر شخص کو مقرر کیا، اور اُس نے ۴۸ کوس جریب کی مسافت سے کہ راوی اور لاہور مین اسی قدر فاصلہ تھا، نہر نکالنی شروع کی[۵۵]، لیکن چونکہ اس سے لاہور کے آس پاس کے باغون مین اچھی طرح پانی نہین پہنچتا تھا، اس لئے شاہجہان نے لاکھ روپیہ اور دیئے، لیکن اس سے بھی نہر کی مرمت نہ ہو سکی، اور پچیس ہزار روپیہ صرف کرنے کے بعد بھی کوئی نتیجہ نہین نکلا، اب ملا علاء الملک تونی نے جو فنون ریاضی

---

۵۴ مآثر رحیمی جلد دوم ص ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴ ۵۵ خافی خان جلد اول ص ۵۷۱،

کے ماہر تھے، اور علمِ آب ترازو سے بھی واقفیت رکھتے تھے، اس نہر کو پانچ کوس تک قائم رکھکر ۲۰ کوس تک اور کھدوایا، اور اس ترمیم واصلاح کے بعد شہر مین کافی پانی آنے لگا[1]۔

اس کے بعد قطب الملک سید عبد اللہ خان نے جو فرخ سیر کے وزیرِ اعظم تھے، ۱۱۲۶ھ مین شاہجہان آباد مین ایک نہر نکالی جس کی نسبت صاحبِ مآثر الامراء لکھتے ہین،

"از آثار اوست نہر پٹپر گنج واقع شاہجہان آباد (کہ از بے آبی حکم کربلا داشت) قطب الملک در سنہ (۱۱۲۶ھ) سبع وعشرین ومایۃ والف نہرے از اصل نہر شاہجہانی بریدہ آوردہ آن خطہ را در وفور آب احیا نمود"

میر عبد الجلیل بلگرامی نے اس نہر کے متعلق دو شعر کا ایک تاریخی قطعہ لکھا ہے،

بحر جود وفیض قطب الملک عبد اللہ خان	نہر خیرے کرد جاری آن وزیر محتشم
بہر آن عبد الجلیل واسطی تاریخ گفت	نہر قطب الملک مد بحر احسان وکرم[2]

تالاب | نہرون کی طرح آب پاشی اور دوسری ضروریات کے لئے تالابون کی بھی ضرورت ہے، اور فرمانروایانِ اسلام مین سلطان علاؤ الدین خلجی نے سب سے زیادہ اس طرف توجہ کی، اور دوسری عمارتون کے ساتھ بکثرت تالاب کھدوائے، چنانچہ فرشتہ مین ہے،

"آن قدر عمارت کہ در عہد او بنا یافت از مسجد وخانقاہ وحوض ومنار وحصار در ہیچ عصرے بوقوع نیامدہ[3]"

اس کے بعد تیموری دور مین شہنشاہ اکبر نے تعمیرات کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا، اور اس کے ذریعہ سے بکثرت تالاب کھودے گئے، آئینِ اکبری مین ہے،

"فراوان آب گیر وچاہ کہ جان دار وسے زندگان وآبروے زمینہا است بروے کار آید[4]"

---

[1] مآثر الامراء حصہ سوم ص ۵۰۰ [2] ایضاً ص ۱۴۰ [3] فرشتہ جلد اول ص ۱۲۱ [4] آئینِ اکبری جلد اول صفحہ ۱۱۵

اس محکمہ کے علاوہ دورِ اکبری مین انفرادی کوششون سے بھی متعدد تالاب کھودے گئے، چنانچہ امرائے اکبری مین شیخ عبد الرحیم لکھنوی نے ایک برہمن عورت کشنا نامی کو گھر مین ڈال لیا تھا، اور جب ان کا انتقال ہوا تو اس نے بہت سے پرتکلف مکانات بنوائے، اور تالاب کھدوائے[1]، اسی دور مین شاہ قلی خان المتوفی ۱۰۱۰ھ نے اپنے وطن نارنول مین ایک بہت بڑا تالاب کھدوایا[2]،

امرائے اکبری مین ایک اور نہایت فیاض بزرگ شیخ فرید مرتضیٰ خان تھے، انھون نے دلی مین فرید آباد کو آباد کیا تھا، اور اس مین بہت سی عمارتون کے ساتھ ایک تالاب بھی اپنی یادگار مین چھوڑا، چنانچہ مآثر الامراء مین ہے :

"در دہلی فرید آباد با عمارات وتالاب یادگار گذاشت[3]"

امرائے اکبری مین اعتماد خان نے بھی آگرہ سے ۲ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤن اعتماد پور کے نام سے آباد کرایا، اور اس مین ایک تالاب کھدوایا، اور اسی گاؤن مین اپنا مقبرہ بھی تعمیر کرایا[4]، جو آج زیارت گاہِ عام وخاص ہے،

ان مثالون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین دیہاتون کی آبادی اور رونق کا ایک ضروری جزو تالاب بھی تھے، اس لئے جو لوگ دیہاتون کو آباد کرتے تھے، وہ وہان اور چیزون کے ساتھ تالاب بھی کھدواتے تھے،

اکبر کے بعد جہانگیر نے تالابون کے کھدوانے کا ایک خاص نظام قائم کیا، اور اپنی تخت نشینی کے ساتھ ہی عام اعلان کیا کہ

"در ممالکِ محروسہ از کافر ومسلمان ہر کس کہ فوت شود مال ومنالِ او بورثۂ او واگذارند و ہیچ کس دران دخل نسازد واگر وارث نداشتہ باشد بجہت ضبط آن عمال مشرف وتحویلدار

---

[1] مآثر الامراء حصہ دوم ص ۶۰۰ [2] ایضاً حصہ دوم ص ۵۶۵ [3] مآثر الامراء حصہ دوم ص ۸۰ [4] ایضاً حصہ اول ص

علحدہ تعیین نمایند تا آن وجہ بمصارف شرعی کہ ساختن مساجد وسراہا و مرمت پلہائے شکستہ و احداث تالابہا وچاہ ہا باشد صرف شود"[1]

اسی زمانے مین ملک عنبر نے دکن مین ایک تالاب کھدوایا، اور اس سے ایک گاؤن کی رونق وآبادی مین اضافہ کیا، چنانچہ صاحب مآثر الامراء لکھتے ہین،

"با این ہمہ فساد و ہنگامہ (کہ پیوستہ با فوج مغل ولشکر دکن زد وخورد داشتہ) موضع کھرکی پنج کروہے دولت آباد (کہ الحال بخجستہ بنیاد اورنگ آباد موسوم است) باحداث تالاب وطرح باغ وعمارات عالیہ معمورۂ عظیم ساخت"[2]

جہانگیر کے بعد شاہجہان نے عمارتون اور باغون کی رونق وسرسبزی کے لئے متعدد حوض وتالاب بنوائے، چنانچہ جانثار خان نے سرہند مین اکبر کے زمانہ مین ایک نہایت عمدہ باغ لگوایا تھا، ایک بار شاہجہان نے اس مین قیام کیا، تو اس کے متصل ایک نہایت عمدہ تالاب کھدوایا،[3] اسی مقام پر دیانت خان فوجدار سرہند کو حکم دیا کہ ایک نہایت عمدہ عمارت تیار کرائین، جس کے ایک طرف باغ اور دوسری طرف تالاب ہو،[4] کشمیر کے ایک گاؤن اچول مین جس کا نام شاہجہان نے صاحب آباد رکھا تھا، جہانگیر نے جو شاہی عمارتین تیار کرائی تھین، وہ شاہجہان کو پسند نہ آئین، اس لئے حکم دیا کہ اُن کے بجائے دوسری عمارتین آبشارون اور حوضون کے ساتھ تعمیر کرائی جائین،[5]

شاہجہان کے بعد اگرچہ عالمگیر نے خود کوئی حوض یا تالاب نہین کھدوایا، لیکن امرائے عالمگیری مین خان زمان نے قصبہ نارنول مین ایک عظیم الشان تالاب کھدوایا، جس کے سامنے شاہ قلی خان کے تالاب کی کوئی وقعت نہین رہی، چنانچہ صاحب مآثر الامراء لکھتے ہین،

---

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۵ [2] مآثر الامراء حصہ سوم ص ۹ [3] بادشاہ نامہ حصہ دوم ص ۹ [4] ایضاً [5] ایضاً حصہ دوم ص ۵۱،

"و در ظاہر آن قصبہ غلیل ساگر تالابے بر ساخت کہ تال شاہ قلی خان محرم رابہیچ آبرو نماند"[1]

عالمگیر کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ مین حسین علی خان نے اورنگ آباد مین ایک حوض بنوایا، جس کو عضد الدولہ عوض خان المتوفی ۱۱۴۳ھ نے اور بھی زیادہ وسیع کیا، چنانچہ خافی خان لکھتا ہے،

"حوض آب در خجستہ بنیاد بنا گذاشتہ اوست، اگرچہ عضد الدولہ عوض خان بہادر در وسعت وارتفاع عمارت مسجد افزودہ اما اصل بانی بنائے خیر جاری آن حوض دریا موج در ایام تابستان از قلت آب سکنۂ خجستہ بنیاد در عذاب بودند حسین علی خان گردیدہ"[2]

کنوئین فرمانروایانِ اسلام نے ہندوستان مین تالابون کی طرح نہایت کثرت سے کنوئین بھی کھدوائے، تاریخ فرشتہ مین لکھا ہے کہ

"........فیروز شاہ تغلق نے اپنے دور حکومت مین ڈیڑھ سو کنوئین کھدوائے تھے"[3]

اس کے بعد شیر شاہ نے بنگال سے لیکر اکبر آباد ماندو اور بہمبت تک مسافرون کے لئے راستون مین پختہ کنوئین تیار کرائے،[4] شیر شاہ کے بعد اکبر نے ایک مستقل محکمہ تعمیرات قائم کیا، اور اس کے ذریعہ بکثرت کنوئین کھدوائے،[5] خلاصۃ التواریخ مین ہے کہ اکبر نے اجمیر سے فتح پور تک ایک ایک کوس کے فاصلے پر پختہ کنوئین کھدوائے تھے، تاکہ وہ کوس کی علامت قرار پائین، اور اسی کے ساتھ منارے بھی بنوائے تھے، اور "اُن پر شکار شدہ ہرنون کی سینگین لگوائی تھین" تاکہ رہروان را اعتقادے و دلیلے بودہ باشد"

اکبر کے بعد جہانگیر نے ایک عام قاعدہ مقرر کر دیا کہ جو لوگ لاوارث مر جائین، اُن کے مال سے سرکاری طور پر مسجدین اور سرائین تعمیر کرائی جائین، ٹوٹے ہوئے پلون کی مرمت کرائی جائے، در

---

[1] مآثر الامراء حصہ اول ص ۸۶، [2] خافی خان حصہ سوم ص ۲۲ و [3] فرشتہ جلد اول ص ۱۵۱ [4] خافی خان جلد اول ص ۱۰۲، [5] آئین اکبری جلد اول ص ۱۱۵،

کنوئیں اور تالاب کھدوائے جائیں، یہ تو خاص سرکاری انتظام تھا، لیکن جاگیرداروں کے لئے یہ حکم تھا کہ جو راستے آبادی سے دور ہوں، اور وہاں چوریاں اور ڈکیتیاں ہوتی ہوں، وہاں سرائے، مسجد اور کنوئیں تیار کرائیں، تاکہ کچھ لوگ وہاں آباد ہو جائیں،[1] اس کے علاوہ جہانگیر نے آگرہ سے لاہور تک ایک ایک کوس پر سنگ میل نصب کرائے، اور تین تین کوس کے فاصلہ پر کنوئیں کھدوائے، چنانچہ تزک میں لکھتا ہے:

"پیش ازین حسب الحکم از دار الخلافہ آگرہ تا دریائے اٹک دو طرفہ درخت نشانیدہ خیابان ترتیب دادہ اند، وہمچنین از آگرہ تا بنگالہ و درین ولا حکم کردم کہ از آگرہ تا لاہور بر سر ہر کروہ میلے بسازند کہ علامت کروہ باشد و بفاصلہ سہ کروہ چاہ آبے تا مترددین آسودہ و مرفہ الحال آمد و رفت نمایند از تشنگی و تابش آفتاب محنت و صعوبت نکشند"[2]

عالمگیر نے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، راستوں میں جو سرائیں تعمیر کرائی تھیں، اُن کے ساتھ پختہ کنوئیں بھی کھدوائے تھے؛

حمام

ہندوستان میں حمام صرف اسلامی دورِ حکومت کی تمدنی پیداوار ہے، ہندوؤں کے یہاں حمام کا مطلق رواج نہ تھا، چنانچہ ملا عبد الباقی نہاوندی مآثر رحیمی میں لکھتے ہیں،

"در ولایت ہندوستان و امصار و بلاد آن بجہت آنکہ این وسعت آباد در تصرف کفرہ و ہنود بودہ، در نزد آن گروہ حمام ساختن ظاہراً منع است، ازین سعادت محروم بودند و مسلمانان کہ درین دیار بودہ اند ازین رہگذر مشقت و آزار بسیار میکشیدہ اند"[3]

بابر نے اپنی تزک میں ہندوستان کی تمدنی حالت پر جو اجمالی ریویو کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانہ تک ہندوستان میں حمام کا وجود نہ تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے،

"یخ و آب سرد نے در بازارہا اسے اد طعام خوب و نان خوب نے، حمام نے و مدرسہ نے،

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۵ [2] ایضاً ص ۲۰۰ [3] مآثر رحیمی جلد دوم ص ۶۰۰، ۶۰۱،

شمع و شمس نے، و شمعدان نے،

لیکن تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بابر سے پہلے ہندوستان میں فیروز شاہ دس حمام تعمیر کرا چکا تھا،[1] تاہم آرام و آسایش کے ساتھ حمام تکلف و نفاست کی چیز بھی ہے، اور تیموری تکلف و نفاست میں اور مسلمان فرمانروایانِ ہندوستان سے بڑھے ہوئے تھے، اور یہ تکلف بابر ہی کے زمانہ سے شروع ہو چکا تھا، چنانچہ خافی خان ایک موقع پر لکھتا ہے:

"بعدہ ہمراہ سلطان جنید بخدمت و ملازمت حضرت فردوس مکانی محمد بابر شاہ غازی رفتہ روشناس گشت و چند گاہ در رکاب ماندہ از اطوار سلطنتِ مغلیہ واقف و محرم گشتہ اکثر بزبان می آورد کہ از اندازہ روش و نسق چنیہ معلوم می شود کہ اینہا را از ہندوستان بیرون کردن چندان کار نیست رفتار بتمسخر و ہذیان گفتن، و را مطعون می ساختند، و او مکرر بزبان می آورد کہ چون مغلان باسباب و تزک و گرد آوری اشیائے خود آرائی و تن پروری آن قدر پرداختہ اند کہ ہمہ کارگی و جزوی با مرا و نوکران مرتشی واگذاشتہ اند"[2]

اس بنا پر تیموری دور میں حمام کا زیادہ رواج ہوا، اور بکثرت حمام تعمیر ہوئے، چنانچہ اکبری دور میں عبد الرحیم خانخانان نے برہان پور کے میدان میں ایک نہایت عمدہ حمام بنوایا، جس کی نسبت ملا عبد الباقی نہاوندی لکھتے ہیں:-

"درایام بصفا و پاکیزگی آن بہم نمی رسد و فقرا و مساکین ازان فیض می برند"[3]

جہانگیر نے اگرچہ خود کوئی حمام نہیں بنوایا، تاہم اس کے دور میں بھی بعض حمام تعمیر ہوئے، وہ خود تزک میں لکھتا ہے،

"حسب الالتماس آصف خان بمنزل او کہ در کنار جمنا اساس یافتہ رفتہ شد حمامے ساختہ

[1] فرشتہ جلد دوم ص ۱۵۱، [2] خافی خان حصہ اول ص ۹۱ [3] مآثر رحیمی جلد دوم ص ۶۰۱،

"درنہایت صفا و نفاست بغایت محظوظ گشتم"[1]

اس کے بعد شاہجہان نے کشمیر میں شالہ مار یعنی باغ فرح بخش کے متصل شمالی جانب ایک نہایت عمدہ حمام بنوایا[2] اور اس کے ارکانِ سلطنت میں وزیر خان نے بھی لاہور میں ایک حمام تعمیر کیا[3] شاہجہان کے بعد عالمگیر کے زمانہ میں نہایت کثرت سے حمام تعمیر ہوئے، چنانچہ اس نے یہ حکم دیا کہ جن راستوں میں سرائیں نہ ہوں، اُن میں سرائیں قائم کیجائیں، اور ہر سرائے کے ساتھ ایک حمام بھی ہو[4] امرائے عالمگیری میں امانت خان میرک نے بھی لاہور میں ایک حمام بنوایا جس کی نسبت صاحبِ مآثر الامرا لکھتے ہیں،

"حمام طرح نمودہ کہ مشہور عالم است"[5]

عالمگیر کے زمانہ میں ایک اور مشہور حمام تھا جس کو سنجر بیگ نے بنوایا تھا"[6]

پل | فرمانروایانِ اسلام کے دورِ حکومت میں ہندوستان میں نہایت کثرت سے پل تیار ہوئے تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ فیروز شاہ تغلق نے ایک سو پل بنوائے تھے[7]، اس کے بعد سلطان زین العابدین نے کشمیر میں نہایت کثرت سے پل بنوائے[8]،

شہنشاہ اکبر نے اگرچہ خود کوئی پل نہیں تعمیر کرایا تاہم اس کے امرا میں خانخانان نے جونپور میں جو پل تعمیر کیا، اس کی شہرت آج بھی قائم ہے، چنانچہ صاحب مآثر الامراء لکھتے ہیں،

"از ابنیۂ خانخانان (کہ بر ورد ہور دہمی ایام یادگار خواہد ماند) پل جونپور است کہ صراط المستقیم ۱۰۰۹

تاریخ آنست و از اعاظم ابنیۂ ممالک محروسہ است"[9]

جہانگیر نے جیسا کہ ابھی لکھا جا چکا ہے، لاوارث لوگوں کے مال کا ایک مصرف شکستہ پلوں کی مرمت

۱ تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۲۰۰ ۲ بادشاہ نامہ حصہ دوم ص ۲۲ ۳ مآثر الامراء حصہ سوم ص ۱۵۱
۴ عالمگیر نامہ ص ۱۰۸۰ ۵ مآثر الامراء حصہ دوم ص ۳۰۳ ۶ ایضاً ص ۲۶۶ ۷ فرشتہ جلد اول ص
۸ ایضاً جلد دوم ص ۳۴۴ ۹ مآثر الامراء حصہ اول ص ۴۴۵

واصلاح قرار دیا تھا، اس کے علاوہ اس نے بذاتِ خود بھی بعض پل تعمیر کرائے، چنانچہ تزک میں لکھتا ہے،

"پنج ہزار روپیہ دیگر از زر وزن بجہت تعمیر پل بابا حسن ابدال و عمارتے کہ در آن جا واقع است حوالہ ابو الوفا پسر حکیم ابو الفتح شد کہ اہتمام نمودہ پل و عمارات مذکور را در غایت استحکام بہ انعام رسانند"[1]

جہانگیر کے بعد عالمگیر نے نہایت کثرت سے پل تعمیر کرائے، اور عام حکم دیا کہ

"در ہر موضع کہ پل در کار باشد نیز باستحکام تمام بسازند"[2]

عالمگیر کے دورِ حکومت میں شایستہ خان امیر الامراء نے بھی نہایت کثرت سے پل تعمیر کرائے، چنانچہ صاحبِ مآثر الامراء ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں،

"آثارِ خیر از قبیل رباط و مسجد و جسر (کہ پل بصرف آن رفتہ) در چار دانگ ہندوستان بسیار یادگار"[3]

اس کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں حسین علی خان نے اپنے وطن بارہہ میں پل تعمیر کروائے[4]، اسی دور میں نواب آصف جاہ نے دکن کے ایک مقام میں ایک پل تعمیر کیا، چنانچہ مآثر الامراء میں ہے،

"وآبادی نظام آباد بالائے کتل فرداپور (کہ در ویرانہ محض بود) طرح انداخت و مسجد و دکاکین سرا و دولت خانہ و پل تعمیر نمود"[5]

پلوں کے علاوہ فیروز شاہ تغلق نے پچاس بند بھی بندھوائے تھے[6]،

بازار | اسلامی دورِ حکومت میں بہ کثرت بازار قائم کئے گئے، بالخصوص سکندر لودی نے ان تمام مقامات پر بازار قائم کئے جہاں ہندو غسل کرتے تھے[7]، عالمگیر نے ہندوستان کے جن راستوں میں سرائیں تعمیر

۱ تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۲ عالمگیر نامہ ص ۱۰۸۵ ۳ مآثر الامراء حصہ دوم ص ۵۰ ۴ بقیہ خافی خان
ص ۹۲۳ ۵ مآثر الامراء حصہ سوم ص ۸۲۳ ۶ فرشتہ جلد اول ص ۱۵۱ ۷ فرشتہ جلد اول ص ۱۸۶

کروائی تھین، اُن کے ساتھ بازار بھی قائم کئے تھے،[49]

اس کے علاوہ رفاہِ عام کی اور بھی بہت سی چیزین وجود مین آئین، مثلاً فیروز شاہ نے سو مقبرے بنوائے، جہانگیر نے تمام بڑے بڑے شہرون مین ڈھائی تین گز کی بلند دیوارین اس غرض سے بنوائین کہ جب بوجھ اٹھانے والون کو سستانے کی ضرورت پیش آئے، تو اپنے سر کے بوجھ کو اتار کر خود اُس پر رکھ سکین اور پھر دوبارہ اٹھانے مین اُن کو کسی مددگار کی حاجت نہ پڑے، چنانچہ تزک مین لکھا ہے،

"روز جمعہ بست و دوم چہار کروہ مسافت طے نمودہ در موضع باریجہ سعادت نزول اتفاق افتاد درین راہ دیوار ہا بنظر در آمد از دو نیم گز تا سہ گز بعد از تحقیق معلوم شد کہ مردم بقصد ثواب ساختہ اند کہ چون حمالے در راہ ماندہ شود بار خود بران دیوار نہادہ نفسے راست سازد و باز بے مدد غیر بفراغت برداشتہ متوجہ مقصد گردد این تصرف خاصہ اہلِ گجرات است، بسیار مرا این دیوار ساختن خوش آمد، فرمودم کہ در جمیع شہر ہائے کلان ہمین دستور دیوار ہا از طرف بادشاہی بسازند"[50]

راستون اور گلیون کی صفائی

ہندوستان مین فرمانروایانِ اسلام نے راستون اور گلیون کی صفائی اور روشنی کا ضرور کوئی انتظام کیا ہوگا لیکن افسوس ہے کہ تاریخون مین اس کی تفصیل نہین ملتی، البتہ بساتین السلاطین مین فرمانروایانِ سلسلۂ عادلشاہیہ کے جو ضوابط سلطنت مذکور ہین، ان مین اس کا بھی ایک خاص ضابطہ موجود ہے، چنانچہ اس ضابطہ کے الفاظ یہ ہین،

"اندر بار بادشاہی راستہا ے بازار تا ہر دو دروازہ از دو جانب باتمام کمال برسانند و ہمہ دارند چہ بازار ہا از دو طرف معمور باشد ہمہ جانب سودا خریدی نزدیک خواہد شد، و درمیان راستہ بازار ہا نگذارند کہ خیمہ و چھپرہ و دکان نہادہ دارند، بجز دو راستہ درمیان ہیچ دوکان حاجت نیست، و دران کوشد کہ بقال و زیات و بزاز و خیاط و زین خیمہ دوز و طباق و ہر قومے

[49] عالمگیر نامہ ص ۱۰۸۱ [50] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۲۱۰،

پہلوے یکدیگر یک راستہ بمانند و دوکان داشتہ باشند و تاکہ راستہ و بازار ہا باتمام معموری شوند محلہ ہا و کوچہ ہا منظور بدارند و پیوستہ شاہراہ ہا و کوچہ ہا و بازار ہا بتاکید پاک و صاف نگہداشتہ در منظر و سرا ہاے راہ ہیچ جا خس و خاشاک افتادن نہ دہند و از دو راستہ بازار ہیچ دوکان ناآباد و خراب نگذارند"[51]

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین راستون کی صفائی اور دوکانون کی ترتیب کا انتظام اس زمانہ سے کم نہ تھا،

موذی جانورون کا مارنا

موذی جانورون کے حملون سے رعایا کا محفوظ رکھنا رفاہِ عام کی ایک صورت ہے، اور بعض فرمانروایانِ اسلام نے اس مین اس قدر کوشش کی تھی کہ اپنے حدودِ سلطنت کو موذی جانورون سے بالکل پاک و صاف کر دیا تھا، چنانچہ سلطان محمود خلجی کے زمانہ مین کسی مسافر کو شیر نے پھاڑ ڈالا، اس کی مان اور بچے اس کے دربار مین آئے اور درندون کے حملون کی شکایت کی، سلطان نے اپنے حدودِ سلطنت مین ہر جگہ فرمان بھیج دیا کہ تمام درندہ جانور مار ڈالے جائین، اور اس کے بعد اگر کہین درندے نظر آئین تو ان کے عوض وہان کے حاکم کو قتل کر دیا جائے، نتیجہ یہ ہوا کہ

"ازین رہگذر در زمان دولت فرخندہ او و بعد از و سالہا کس در ولایت مالوہ شیر و گرگ و دیگر سباع نمی دید"[53]

سودی قرض لینے کی ممانعت

رفاہِ عام کے متعلق اوپر جن جن چیزون کا ذکر کیا گیا، وہ تمامتر مادی صورت مین موجود تھین، لیکن اُن کے علاوہ رفاہِ عام کی اور بھی بہت سی شکلین ہین جن کی کوئی مادی صورت نہین ہے، لیکن وہ ان مادی چیزون سے بھی زیادہ مفید خلق ہین، مثلاً سود خواری ایک ایسی لعنت ہے کہ جو شخص اس کے شکنجے مین گرفتار ہو جاتا ہے وہ بمشکل اس سے رہائی حاصل کر سکتا ہے اس

[51] بساتین السلاطین ص ۳۵۴ [52] ایضاً ص ۳۵۵ [53] فرشتہ دوم ص ۲۵۴

وقت ہندوستان نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا مین یہ وبا پھیلی ہوئی ہے، اور اس کے انسداد کے لئے ہر طرف سے شور وغل کیا جارہا ہی، تاہم اس کے دفعیہ کی کوئی صورت نظر نہین آتی، لیکن سلاطینِ اسلام مین سلطان محمود بیگڑہ نے اپنے سپاہیون کو عام حکم دیا تھا کہ ان مین کوئی شخص سودی قرض نہ لے، صرف یہی نہین بلکہ ایک مستقل خزانہ اس غرض سے قائم کر دیا تھا کہ جس سپاہی کو قرض کی ضرورت پیش آئے وہ ایک میعاد معین کے لئے اس سے لے لے، مرآت احمدی مین ہے،

"وحکم کردہ بود کہ ہیچ کس از لشکریان من قرض ربا نگیرد، وخزانہ علٰحدہ مقرر کردہ بود کہ از سپاہی ہر کس بقرض حاجت داشتہ باشد باد بدہد و بوعدہ بگیرد، می فرمود کہ اگر مسلمانان قرض ربا نخورند از دست ایشان غذا چگونہ آید"[۵۱]

بیروزگاری کا انسداد بیروزگاری سے مختلف اخلاقی برائیان مثلاً گداگری، آوارگی، رہزنی، اور چوری وغیرہ پیدا ہوتی ہین، اور اس زمانہ مین تو بیروزگاری سیاسی شورشون کا بھی ایک بڑا سبب بن گئی ہے، موجودہ سلطنتون کو اگرچہ قوم و ملک کے اصلاح اخلاق اور تہذیب نفس کی کوئی پروا نہین لیکن وہ سیاسی شورشون کو ہر ممکن طریقہ سے دبانا چاہتی ہین، بااین ہمہ وہ اس زمانہ کے بیکارون کے برسر روزگار کرنے کی کوئی تدبیر نہین کر سکتین، لیکن فرمانروایانِ اسلام مین سب سے پہلے تغلق شاہ نے اس طرف توجہ مبذول کی، اور رعایا کے ہر فرد کو کسی نہ کسی کام مین لگانا چاہا، لیکن اس کا مقصد خود غرضی یعنی کسی سیاسی شورش کا دبانا نہ تھا، بلکہ محض رعایا کی بہبودی مدنظر تھی، چنانچہ تاریخ فیروز شاہی مین ہے،

"وعجب نکوخواہی عام کہ در ذات سلطان تغلق شاہ مجبول بودہ است کہ ہم اہل مملکت خود را آسودہ وغنی خواستے ومحتاج وبے نوا نتوانستے دید، ودران کوشیدے کہ رعایا ولشکری وکل طوائف دیگر ہمہ ہمیشہ در فراغ باشند وبا راحت زیند وایں عادت قدیم وعادت خوب

۵۱ مرآت احمدی جلد اول ص ۶۰،

سلطان تغلق شاہ بودہ است کہ رعایا ولایت را و ملک او مسلمان وہندو کارے وکسبے و زراعتے وحراثتے کنند کہ ازان کار وکسب آسودہ شوند واز احتیاج سوال وبیچارگی ودرماندگی مضطر نشوند ونیک خواہی عام سلطان درباب رعایا بحدے بودے کہ درباب گدایان در با خواستے، کہ ترک گدائی گیرند وبکارے وکسبے مشغول شوند واز خواری سوال وننگ بینوائی واحتیاج دہا خلاص یابند وجماہیر طوائف مملکت از دنبال کسب وکار خود آسودہ و مرفہ الحال باشند، وکارے وفعلے وگناہے وتباہی از ایشان در وجود نیاید"[۵۲]

اس کے بعد فیروز شاہ نے اس صیغہ کو اور بھی ترقی دی اور کوتوال کو حکم دیا کہ شہر مین جس قدر بیکار لوگ ہون، وہ دربار مین حاضر کئے جائین، اس حکم کے بعد کوتوال شہر نے ہر محلہ دار کو طلب کیا، اور ان سے ہر ایک کے حالات دریافت کئے، اور محلہ دارون نے بڑے بڑے شرفا کو جو ناداری سے کسی کو منہ تک نہین دکھلا سکتے تھے، کوتوال کے سامنے پیش کیا، کوتوال نے ان لوگون کے نام اور حالات لکھے، اور ان کو دربار مین حاضر کیا، اور فیروز شاہ نے ہر ایک کو کسی نہ کسی کام سے لگا دیا؛[۵۳]

ارزانی رعایا کی فلاح و بہبود کا تمام تر دار و مدار اسباب معاش اور ضروریات زندگی کی ارزانی پر ہے، بالخصوص غلے اور کپڑے کی ارزانی ایک ایسی چیز ہے، جس سے ملک و قوم کا غالب حصہ خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکتا ہے، لیکن جب تک اس کے لئے خاص آئین وضوابط نہ منضبط کئے جائین یہ مقصد حاصل نہین ہو سکتا،

سلطان علاء الدین کے زمانے مین مغلون کے حملون کا خوف ہمیشہ لگا رہتا تھا، اور وہ ان کے انسداد کی ہر ممکن تدبیر سوچتا رہتا تھا، اس کی سب سے موثر تدبیر اس کی سمجھ مین یہ آئی، کہ فوج کی تعداد زیادہ بڑھائی جائے، اور ان کو اسپ وسلاح اور دوسرے فوجی ساز و سامان سے آراستہ کیا جائے،

۵۲ تاریخ فیروز شاہی جلد اول ص ۴۳۵-۴۳۶، ۵۳ ایضاً جلد دوم ص ۳۳۴،

لیکن اس کے لئے کافی روپیہ کی ضرورت تھی، اور سلطان کا خزانہ اس عظیم الشان فوجی مصارف کا زیادہ دنون تک متکفل نہین ہو سکتا تھا، اس لئے اُس نے فوجی معاملات مین شان چنگیزی پیدا کرنی چاہی، اور ترکی ممالک کی طرح فوجی سپاہیون کو بہت کم تنخواہ پر ملازم رکھنا چاہا۔ اُس نے ارکان سلطنت کے سامنے اس خیال کو ظاہر کیا، تو سب نے بالاتفاق یہ رائے دی کہ اگر ضروریات زندگی ارزان ہو جائین، تو تھوڑی سی تنخواہ مین بہت سے مسلح سپاہی ملازم رکھے جا سکتے ہین، سلطان نے یہ رائے پسند کی اور سب سے پہلے غلہ کی ارزانی کے لئے تمام غلون کا حسب ذیل نرخ مقرر کیا،

گیہون	فی من ساڑھے سات جیتل[1]
جو	" چار جیتل
چنا	" پانچ جیتل
چاول	"
ماش	"
موٹھ	" تین جیتل

اور اس نرخ کے قائم رکھنے کے لئے چند ضوابط بنائے، جو حسب ذیل ہین،

(۱) غلے کی منڈیون مین سرکاری عہدہ دار جن کو شحنہ کہتے تھے، مقرر کئے کہ وہ نہایت ہوشیاری سے سرکاری نرخ کو قائم رکھین، اور تاجرون کو اس مین کمی بیشی کا موقع نہ دین،

(۲) سرکاری محاصل مین جو غلہ وصول ہو تو اس کو جمع رکھا جائے، تاکہ اگر بازار مین غلہ کی کمی ہو تو سرکاری غلہ مقررہ نرخ کے موافق فروخت کیا جا سکے، اس غرض سے بعض جگہ مالگذاری مین صرف غلہ لیا جاتا تھا، اور اس طریقہ سے دلی مین اس قدر غلہ آتا تھا کہ کوئی محلہ ایسا نہ تھا جس کے دو تین گھر

---

[1] جیتل تانبے کا ایک پیسہ تھا، اور اس زمانہ مین من ۴۰ سیر کا اور سیر ۲۴ تولہ کا ہوتا تھا،

سرکاری غلہ سے پر نہ ہون، اگر قحط پڑ جاتا تھا یا تاجران غلہ کسی وجہ سے غلہ نہین لاتے تھے، تو منڈی مین یہی سرکاری غلہ فروخت ہوتا تھا، اور اس مین غلہ کی کمی نہین ہوتی تھی،

۳۔ ملک کے تمام غلہ فروش شحنہ کی رعایا بنا کر جمنا کے کنارے بسائے جائین، تاکہ اطراف ملک سے غلہ لا کر سرکاری نرخ کے موافق فروخت کرین، اور اس معاملہ مین ان سے تحریری معاہدہ لیا جائے

کسی شخص کو احتکار یعنی غلہ کے روک رکھنے کا موقع نہ دیا جائے، اور اس بارے مین اس قدر سختی کی گئی کہ اگر یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کسی شخص نے غلہ روک رکھا ہے، تو اس غلہ کو سرکاری غلون مین داخل کر لیا جاتا تھا، اور اس سے مواخذہ کیا جاتا تھا،

۴۔ کاشتکار اپنی ضرورت سے زیادہ غلہ کھیت ہی پر فروخت کر دین، اور اس سے زیادہ ایک دانہ بھی گھر پر نہ لے جائین، اس کے ساتھ عمال رعایا سے مالگذاری کھیت ہی پر وصول کر لین، تاکہ کاشتکار اپنے حصہ سے زائد غلہ گھر مین لے جا کر جمع نہ کر سکین،

۵۔ روزانہ غلہ کے نرخ اور منڈی کے تمام معاملات کی اطلاع بادشاہ کو دیجائے اور قحط کے زمانہ مین ہر شخص صرف اپنی ضرورت کے موافق غلہ خریدے، اور اس پر اس شدت سے عمل کیا گیا، کہ اگر مقررہ ضوابط مین ذرہ برابر بھی خلل پڑتا تھا، تو منڈی کا تمام عملہ سزایاب ہوتا تھا، اور جو لوگ ضرورت سے زیادہ آدھ سیر غلہ بھی خریدتے تھے، وہ معتوب ہوتے تھے، اس کے لئے خاص خاص گماشتے اور جاسوس مقرر تھے، جو شدت سے اس حکم پر عمل کراتے تھے، اور بادشاہ کو خفیہ طور پر تمام معاملات کی اطلاع دیتے تھے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ قحط کے زمانہ مین بھی یہی نرخ قائم رہتا تھا، اور غلہ کے انبار مین کوئی کمی نہین ہوتی تھی،

غلہ کی طرح تمام سوتی اور ریشمی کپڑون کی بھی حسب ذیل قیمتین مقرر کی گئین،

چیرہ دہلی ۱۶ تنگہ — چیرہ کوئلہ ۲ تنگہ

سرے صاف اعلیٰ	۵ تنگہ[1]	خز دہلی	۱۶ تنگہ
سرے صاف میانہ	۳ تنگہ	خز کوتلہ	۶ تنگہ
سرے صاف اونی	۲ تنگہ	مشروع شعری مہین	۳ تنگہ
سلائی اعلیٰ	۴ تنگہ	برد مہین یا دوال لعل	۶ جیتل
سلائی میانہ	۳ تنگہ	برد ادنی	۳ جیتل
سلائی اونی	۲ تنگہ	استر لعل ناگوری	۲۴ جیتل
کرپاس اعلیٰ ۲ گز	۱ تنگہ	استر ادنی	۱۲ ″
کرپاس میانہ ۳ گز	۱ تنگہ	شیرین بافت مہین	۵ تنگہ
کرپاس اونی ۴ گز	۱ تنگہ	شیرین بافت متوسط	۳ تنگہ
کرپاس سادہ	۱۰ جیتل	شیرین بافت ادنیٰ	۲ تنگہ

اور اس نرخ کو قائم رکھنے کے لئے حسب ذیل ضوابط وضع کئے،

۱- دروازہ بداؤن کے قریب ایک وسیع صحرا مین سرائے عدل کے نام سے ایک سرائے قائم کی، اور حکم دیا کہ اطراف و جوانب سے سوداگر جو کپڑے لائین، اُن کو کسی بازار یا کسی کے گھر مین نہ اتارین، بلکہ براہ راست سرائے عدل مین لاکر شاہی نرخ کے مطابق صبح سے ظہر کے وقت تک فروخت کرین، اس ضابطہ کے خلاف اگر کوئی شخص کسی کے گھر یا کسی بازار مین اپنا مال اتار کر نرخ شاہی سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتا تھا، یا خرید و فروخت کے مقررہ وقت کی پابندی نہین کرتا تھا، تو اس کا مال بحق شاہی ضبط کر لیا جاتا تھا، اور اس کو سزا دی جاتی تھی،

۲- شہر و اطراف ممالک کے تمام سوداگران پارچہ کے نام درج دفتر کرائے اور ان کو حکم دیا کہ بدستور

---

[1] تنگہ سونے اور چاندی کا ایک سکہ تھا جس کا وزن ایک تولہ ہوتا تھا، اس جگہ تنگہ سے چاندی کا تنگہ مراد ہے،

معہود کپڑون کو لاکر سرائے عدل مین شاہی نرخ کے مطابق فروخت کرین، اس ضابطہ کا یہ اثر ہوا کہ شاہی کپڑون کی ضرورت باقی نہین رہی، بلکہ خود تاجران پارچہ اس کثرت سے کپڑے لانے لگے جو مدتون سرائے عدل مین پڑے رہتے تھے، اور فروخت نہین ہوتے تھے،

۳- امرا و روسا کو حکم دیا کہ جب وہ عمدہ باریک اور قیمتی کپڑے خرید کرنا چاہین، تو رئیس بازار سے پروانہ حاصل کرین، چنانچہ اس ضابطہ کے مطابق رئیس بازار امرا و روسا کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق پروانہ دیتا تھا، اور جس شخص کی نسبت معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ کپڑے کا تاجر نہین ہے، بلکہ سرائے عدل سے عمدہ کپڑے ارزان قیمت پر خرید کر باہر زیادہ قیمت پر فروخت کرنا چاہتا ہے' اس کو پروانہ نہین دیتا تھا، اس بندش سے تاجران پارچہ بھی عمدہ کپڑے ارزان قیمت پر خرید کر باہر نہین لیجا سکتے تھے، اور اس طرح ان کو گران قیمت پر اُن کے فروخت کرنے کا موقع نہین ملتا تھا،

۴- ۲۰ لاکھ تنگہ ملتان کے تاجران پارچہ کو شاہی خزانہ سے دلوایا تاکہ اطراف ملک سے کپڑے لاکر سرائے عدل مین شاہی نرخ کے مطابق فروخت کرسکین،

غلے اور کپڑے کی طرح گھوڑون کی بھی حسب ذیل قیمتین مقرر کین،

اوّل درجہ کا گھوڑا	سو سے ایک سو بیس تنگہ تک
دویم درجہ کا گھوڑا	اسی سے ۹۰ تنگہ تک
سویم درجہ کا گھوڑا	پینسٹھ سے ستر تنگہ تک
ٹٹو	دس بارہ سے بیس پچیس تنگہ تک

ان قیمتون کے قائم رکھنے کے لئے بھی چند ضابطے مقرر کئے،

(۱) حکم دیا کہ کیسہ دار (وہ لوگ جو ارزانی کے وقت سستے دام پر چیزین خریدتے ہین، اور گرانی کے زمانہ مین مہنگے دام پر فروخت کرتے ہین) سوداگرون سے گھوڑے نہ خریدین، اور سوداگر بھی ان کے

بجائے بازار مین خرید و فروخت کرین، اور اس معاملہ مین دونون سے معاہدہ لیا گیا، لیکن جو لوگ ارزان خری اور گران فروشی کی لذت سے آشنا تھے، وہ اس سے باز نہین آتے تھے، اس لئے ان کو سخت سزائین دین، اور بعض کو قتل اور بعض کو جلا وطن کیا،

۲- دلالون پر اس قدر تشدد کیا کہ اگر یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ ایک گھوڑا بھی نرخ بادشاہی کے مطابق فروخت نہین کیا گیا ہی، تو تمام دلالان شہر معتوب ہوتے تھے، اور مجرم اور غیر مجرم مین کوئی فرق نہین کیا جاتا تھا،

۳- ہر چالیسوین روز گھوڑون کی جنس اور قیمت کی تحقیقات کرتا تھا، اور اگر اس مین ذرہ برابر بھی فرق و تفاوت معلوم ہوتا تھا، تو تمام دلال معتوب ہوتے تھے،

اسی طرح چھوٹی بڑی تمام چیزون کا ایک خاص نرخ مقرر کیا گیا، فرشتہ لکھتا ہے،

"ہرچہ کہ در بازار بخرید و فروش آن احتیاج می باشد بادشاہ نرخ آن قرار دادے و نظر بر اینکہ این چیز محقرات مثل سوزن و شانہ و کفش و کوزہ گلی نیند اختے و بہاے ہمہ چیز از نان تا بریان و از حلواے صابونی تا نُوڑی و از پودینہ تا تنبول بحضور خویش مشخص ساختے"

اس اصول کے مطابق ذیل کی چیزون کے حسب ذیل نرخ مقرر کئے،

مصری	فی سیر دو جیتل
شکر تری	״ ״ ایک ״
شکر سرخ	״ آدھی ״
روغن کنجد	تین سیر ایک ״
روغن ستور	ڈیڑھ سیر ״
نمک	پانچ سیر ״

دودھ	پانچ سیر ایک جیتل

غرض اسی طرح بھیڑ بکری، گائے، بیل اور بھینس وغیرہ کی بھی مناسب قیمتین مقرر کی گئین، اور سلطان علاؤالدین نے ان قیمتون کے قائم رکھنے کے لئے اس قدر اہتمام کیا، کہ سوداگرون کے حالات، اور قیمت کی تحقیقات کے لئے روزانہ تین جگہون سے اطلاعات حاصل کرتا تھا، ایک تو منڈی کے شحنہ سے دوسرے رئیس بازار سے، تیسرے ان جاسوسون سے، جو خاص طور پر اسی کام کے لئے مقرر کئے گئے تھے، اس پر تسکین نہین ہوتی تھی تو کبھی کبھی چھوٹے چھوٹے بچون کو جو خرید و فروخت کے معاملات سے ناواقف ہوتے تھے چند تنکہ دیکر بازار بھیجتا تھا، کہ لڑکون کے پسند کی چیزین خرید کر بادشاہ کے پاس لائین، اگر معلوم ہوتا کہ نرخ یا وزن مین کمی بیشی کی گئی ہے، تو دوکاندار کو کم سے کم جو سزا دیتا تھا، وہ یہ تھی کہ اُن کے ناک کان کاٹ لیتا تھا،[۵۱]

سلطان علاؤالدین کے بعد یہ نرخ قائم نہ رہ سکا، اور دوبارہ کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی، البتہ اسلامی سلطنت کے دور تنزل مین نواب جعفر خان المتوفی ۱۱۳۹ھ نے اس کی طرف شدت سے توجہ کی، اور اس مین حسب ذیل طریقون سے کامیابی حاصل کی،

۱- متمول لوگون کے پاس غلہ کے ذخیرے نہین رہنے دیتے تھے،

۲- ہر ہفتہ غلون کا نرخ دریافت کرتے تھے، اور خود رعایا سے نرخ پوچھتے تھے،

۳- اگر بیوپاری ذرہ برابر بھی نرخ مین کمی کرتے تھے، تو ان کو سزا دیتے تھے، اور اُن کی تشہیر کرتے تھے،

۴- جہازون پر ضرورت یعنی خوراک سے زیادہ غلہ لادنے نہین دیتے تھے، جس سے غلہ

۵۱ فرشتہ جلد اول ص ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴ - و تاریخ فیروز شاہی جلد اول ص ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ -

کی برآمد بند ہو گئی تھی،

ان بندشون کا نتیجہ یہ ہوا کہ

"درعہد او نرخ برنج فی روپیہ پنج شش من ارز بازار بود واجناس دیگر ہمین قیاس، چنانچہ بخرچ یک روپیہ درماہ پلاؤ و قلیہ ہر روز می خوردند، ازین عمر فقیر و مساکین مرفہ الحال بودند"[1]

(باقی)

---

[1] ریاض السلاطین، ص ۲۸۳

حضرت ایوب علیہ السلام

از

مولانا ابو الجلال ندوی

(۲)

مصائب و آفات حاصل کلام یہ کہ حضرت ایوب علیہ السلام نبی ابراہیم مین سے تھے، اُن کا زمانہ حضرت یوسف کے بعد ہے، اپنے زمانہ مین وہ شاہ ادوم تھے، اگر وہ یوبب بن زارح تھے، تو اُن کا شہر بصری ہے، اُن پر ان کے نبی ہو کر مبعوث ہونے سے پہلے کچھ آفتین آئین، جیسا کہ اُن کے صحفِ ایوب سے ظاہر ہے، پہلی آفت یہ تھی کہ اُن سے اُن کی حکومت چھن گئی، اور وہ بے دینون کے ہاتھ مین اسیر ہو گئے،

سفر ایوب کے حصۂ نظم کے خلاصہ مین بتایا گیا ہے، کہ آفتون مین اُن کے مبتلا ہو جانے کے بعد لوگ اُن کا مذاق اُڑانے لگے تھے، اس بیان کی بھی خداوند عالم نے قرآن مین اس طرح تصدیق کی ہے کہ سورۂ انبیاء مین پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ

"منکرین جب آپ کو دیکھتے ہین تو آپ کا مذاق اُڑاتے ہین، (۳: ۷)

"آپ سے پہلے بھی رسولون کا مذاق اُڑایا گیا (۳: ۱۲)

اس کے بعد حضرت ایوب ؑ وغیرہ انبیاء کا ذکر کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ایوب ؑ بھی اُن مین سے تھے، جن کا مذاق اُڑایا گیا،

سفر ایوب کے حصۂ نظم کے خلاصہ مین دکھایا گیا ہے، کہ حضرت ایوب ؑ سے اُن کا خاندان بچھڑ

گیا تھا، حصہ نثر کے خلاصہ مین بتایا گیا ہے کہ مکان کے دب جانے سے اُن کے سات بیٹے، اور تین بیٹیان دیکر مرگئی تھین، تتمہ نویس نے بتایا کہ اللہ جب اُن پر مہربان ہوا تو اُن کے تمام بچھڑے ہوئے بھائی بند اور اقربا اُن سے آملے، اور خدا نے اُن کو ازسرِ نو سات بیٹے اور تین بیٹیان دین،

اس بیان پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ اللہ نے مہربانیان توکین اور ازسرِ نو سات بیٹیان اور تین بیٹیان دین، لیکن جو بیٹے اور بیٹیان دب کر مرگئی تھین، اُن کا غم تو نہ بھولا ہوگا، سورۂ انبیاء کی آیت سے جس مین حضرت ایوبؑ کا نام ہے، یہ سوال خود بخود اٹھ جاتا ہے، کیونکہ خدا نے فرمایا کہ ہم نے فلان فلان تمام انبیاء کو دانش اور علم عطا کیا،

وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین، فاستجبنا لہ فکشفنا ما بہ من ضر واتیناہ اھلہ ومثلھم معھم رحمۃ من عندنا وذکریٰ للعٰبدین،

نیز ایوب کو جس وقت انھون نے اپنے رب کو آواز دی کہ مجھے ضرر نے چھو لیا ہے اور تو سب رحم والون سے بڑا رحیم ہے، پھر ہم نے وہ ضرر دور کر دیا جو اُن کو پہنچا تھا، اور ان کو ان کے اہل دیدیئے اور اتنے ہی اور اپنی طرف سے رحم فرماکر اور عبادت گذارون کے یاد رکھنے کے لئے کہ ہم عابدون کی پکار یون سُنا کرتے ہین، (۵۹۸ : ۷)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روایت غلط ہے کہ اُن کے بیٹے اور بیٹیان دب کر مرگئی تھین، اور اُن کی بجائے خدا نے اُن کو دوسرے بیٹے اور بیٹیان عطا فرمائین، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ کو جو خاص ضرر پہنچا تھا وہ یہ تھا کہ اُن کے اہل جن مین اولاد کے علاوہ اقربا بھی

ہون گے، اُن سے بچھڑ گئے تھے، اللہ جب اُن پر مہربان ہوا، تو بچھڑے ہوئے لوگ دونے ہو کر ملے[1]،

سورہ صاد مین خدا نے فرمایا،

واذکر عبدنا ایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب (۱:۴)

اور ہمارے بندہ ایوب کا ذکر کرو جبکہ انھون نے اپنے رب کو آواز دی کہ مجھ کو دیا ہے شیطان نے دکھ اور عذاب کے ساتھ،

اس آیت مین اور سورۂ انبیاء کی آیت مین جو اس سے پہلے اُتری تھی دو باتون کا فرق ہے،

۱- انبیاء مین شیطان کا ذکر نہ تھا، اس مین شیطان کا ذکر ہے،

۲- انبیاء مین صرف ایک مصیبت کا ذکر تھا، اور وہ تھی اہل و عیال سے بچھڑ جانا، جسے حضرت ایوبؑ کی زبان سے الضر کہا گیا ہو اس آیت مین نصب و عذاب ... دو طرح کے دکھون کا ذکر ہے،

قرآنی قصون مین جو خلا مین نظر آتی ہین، ان کو اسرائیلی روایات سے پر کرنے مین بہت خرابیان پیدا ہوجاتی ہین، اس آیت مین حضرت ایوبؑ کا جو یہ قول مذکور ہے کہ "انی مسنی الشیطان" اس کی تفسیر مین عموماً مختلف اکابر سے یہ قصہ مذکور ہے کہ ایک بار شیطان خدا کے دربار مین حاضر ہوا، اور حضرت ایوبؑ کو آزمانے کی اجازت طلب کی، یہ قصہ بڑے بڑے صحابہ سے بھی مروی ہے مگر اس کہانی کی بنیاد سفر ایوب کے مقدمہ نویس کا خیالی بیان ہے، اس قصہ کو قرآن کی تفسیر قرار دے کر دہرانا ہرگز مناسب نہین ہے، کیونکہ قرآن پاک مین خدا نے اس کو حذف ہی نہین کیا ہے، بلکہ اس کی مخالفت بھی کی ہے،

---

[1] بعض عجائب پسندون نے قرآن اور سفر ایوب سے ماخوذ روایتون کو باہم تطبیق دے کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اُن کے اہل اس طرح دونے ہوئے کہ (ایوب ۱: ۹) مین مذکور بیٹے اور بیٹیان پھر سے جی اٹھین، علاوہ برین (ایوب ۴۲: ۱۳) کے مطابق اتنے ہی بیٹے اور بیٹیان اور پیدا ہوئین، یہ بات ناممکن نہین مگر محض تطبیق ہی تطبیق ہے، اور یہ تطبیق معروف روایت بن گئی ہے، قرآن عموماً بائبل کی تصحیح کرتا ہے اس لئے بائبل اور قرآن مین تطبیق کی ضرورت نہین،

حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت یہ قصہ مشہور تھا کہ حضرت ایوبؑ پر جو آفتین آئین وہ شیطان نے دربارِ خدا مین حاضر ہوکر اور اس سے اجازت لے کر اُن پر ڈھائین، اور اس لئے حضرت ایوبؑ کہا کرتے تھے کہ خدایا مجھے شیطان نے دکھ پہنچایا ہے، اس قصہ مین جہان تک حضرت ایوبؑ کے قول کا تعلق ہے، خدانے اس کی تصدیق کی، جہان تک خدا کے دربار مین حاضر ہوکر شیطان کے اجازت لینے کا تعلق ہے قصۂ ایوب مین بزبان سکوت اور شیطان کے ذکر مین بصراحت اس کی تردید فرمادی چنانچہ خدانے فرمایا،

لقد زینا السماء الدنیا بمصابیح	آسمان دنیا کو ہم نے چراغون سے سجایا
وجعلناها رجوما للشیاطین و	ہے، اور ان چراغون کو شیطانون کے
اعتدنا لهم عذاب السعیر	لئے پتھر بنادیا ہے، اور اُن کے لئے جہنم
(ملك ع)	کا عذاب مہیا کر رکھا ہے،
ولقد جعلنا فی السماء بروجا و	ہم نے آسمان مین بروج بنائے اور اسے دیکھنے والون
زینا ها للناظرین وحفظناها من	کے لئے خوشنما کیا، اور اُسے ہر شیطان رجیم
کل شیطان رجیم الا من استرق	سے محفوظ رکھا ہے، کوئی چپکے سے بات
السمع فاتبعه شهاب مبین،	سُن لینا چاہے گا، تو ایک چمکتا انگارا
(ع ۲- حجر)	اس کا تعاقب کرے گا،
لا یسمعون الی الملأ الاعلیٰ و	ملأ اعلیٰ تک جاکر (شیاطین) نہین سن سکتے انکو
یقذفون من کل جانب دحورا	ہر طرف سے ڈھیلے مارے جاتے ہین بھگانے کو
ولهم عذاب واصب الا	اور ان کے لئے عذاب جاوید ہے البتہ
من خطف الخطفة فاتبعه شهاب	اگر کوئی بات لے اُڑنے کی کوشش کریگا
ثاقب (ع صافات)	تو ایک چمکتا ہوا انگارا اس کا پیچھا کریگا،

ان آیتون کا سفرِ ایوب سے مقابلہ کرکے دیکھو تو صاف نظر آئے گا کہ یہ آیتین انہی لوگون کی تردید کرتی ہین، جو سفرِ ایوب کے مقدمہ نویس کے اس بیان کو صحیح تسلیم کرتے تھے کہ شیطان بنی الوہیم کے ساتھ خدا کے دربار مین حاضر ہوکر خدا سے باتین کرتا ہے، اور اس کے حکم سے دنیا مین شرارتین کیا کرتا ہے، (انی مسنی الشیطان) کہنے کی معروف توجیہ کو مسترد کر دینے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ نے مسنی الشیطان کیون کہا، اس سوال کا جواب نہایت واضح ہے، قرآن مین شیاطین صرف ابلیس اور اس کی ذریت ہی کا نام نہین ہے، شیاطین الانس والجن کے لفظ سے ظاہر ہے کہ شریر انسانون کو بھی شیاطین کہا جاتا تھا (واذا خلوا الی شیاطینهم) مین لفظ شیاطین سے شریر الطبع افراد یہود کے مراد ہین، عبرانی زبان مین شاطان کے معنی ہین (دشمن) ہر دشمن اور مخالف کو شاطان کہا جاتا تھا، حضرت ایوبؑ کے قول انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب مین الشیطان سے مراد ان کے زمانہ کا ایک شریر النفس انسان ہے، جو ان کا دشمن تھا، حضرت ایوبؑ کی جس دعا کا اختصار کے ساتھ قرآن مجید نے ذکر کیا ہے، اس کے الفاظ سفرِ ایوب کے نظم نویس نے حسب ذیل بتائے ہین،

"اس کا غصہ توڑے ڈالتا ہے، اور میرا کینہ توز مجھ پر دانت پیستا ہے، میرا دشمن میرے اوپر اپنی آنکھیں تیز کرتا ہے، وہ اپنے منہ مجھ پر پسارتے ہین، میری بےعزتی کرتے ہین، میرے گال پر تھپڑ مارتے ہین، وہ مجھ پر اکٹھے ہوکر سمٹتے ہین، (ایوب ۱۶: ۹و۱۰)

حضرت ایوب نے جس شخص کو اپنا دشمن اور کینہ توز کہا ہے اسی کا ذکر قرآن مین الشیطان کے لقب سے آیا ہے، بتایا جاچکا ہے کہ حضرت ایوبؑ ایک بادشاہ تھے، ان پر دشمن نے حملہ کیا، وہ کامیاب رہا، اور یہ اس دشمن کے ہاتھ مین گرفتار ہوگئے تھے، دشمن کے تیراندازون نے اُن کے بدن کو چھلنی کر دیا،"

ان کے زخم جو سفر ایوب کے نظم نویس کے بیان کے مطابق جنگی اذّار کے زخم تھے، مگر مقدمہ نویس کے بیان کے مطابق خدا کے دربار مین حاضری دینے والے شیطان کے لگائے ہوئے زخم تھے، جو اس دعا کے وقت اتنے گھناونے ہو گئے تھے کہ حضرت ایوبؑ نے خدا سے عرض کیا،

"لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہین، مجھ سے دور بھاگتے ہین، میرے منہ پر تھوکنے سے باز نہین آتے ہین، ان مین سے ہر ایک مجھے دکھ دیتا ہے،...... ان کے نیچے میرے دہنے ہاتھ کھڑے کرتے ہین، اور میرے پاؤن کو ٹھیل دیتے ہین، (ایوب ۳۰-۱۰ و ۱۱) مصیبت کے ایام نے مجھے گھیر لیا ہے، (۳۰:۱۶) مرض کی شدت سے میرا پیراہن اور طرح کا ہو گیا ہے، میری قبا کے گریبان کی طرح میرے گلے پر گرداگرد لگ گیا ہے، (۳۰:۱۸) مین تجھ سے فریاد کرتا ہون اور تو نہین سنتا، مین تیرے آگے کھڑا ہوتا ہون، اور تو میری طرف رخ نہین کرتا،

تحفظ لاکزرلی بعصمید ک تسطمنی — تو مجھ پر بے رحمی کرتا ہے اپنے ہاتھ کے زور سے مجھے توڑتا ہے، (۳۰: ۲۰ و ۲۱)

سورۂ انبیا اور سورۂ صاد مین انہی دعاؤن کا ذکر ہے، مگر نہایت اختصار کے ساتھ، سورۂ انبیا کے اندر (وانت ارحم الراحمین) فرما کر سفر ایوب کے نظم نویس کے اس بیان کی خدا نے اصلاح کر دی، کہ حضرت ایوبؑ نے کہا "تو مجھ پر بے رحمی کرتا ہے"،

حضرت ایوبؑ کی اس دعا سے صاف ظاہر ہے کہ الشیطان سے مراد وہ ابلیس نہین ہے جس کی بابت قرآن مین ہے کہ وہ جنون مین سے تھا، بلکہ حضرت ایوبؑ اپنے دشمنون کے سردار کو الشیطان کہا تھا، ان کی زبان مین شیطان کے معنی دشمن تھے، قرآن مین بھی ہے اِنَّ الشَّیطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِینٌ، یہ آیت نہ صرف یہ بتاتی ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے، بلکہ اس لفظ کے اشتقاقی مفہوم

کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے،

سورۂ انبیا مین ایک ہی مصیبت کا ذکر تھا، اور وہ مصیبت تھی اُن کے اہل و عیال کا بچھڑ جانا، سورۂ صاد مین حضرت ایوبؑ کی زبان سے خدا نے مصیبت کے لئے دو لفظ استعمال کئے، (۱) نصب، (۲) عذاب،

نُصب اور نَصب مرادف اور ہم مادہ الفاظ ہین، نَصَب کا لفظ (فاطر ۴: ۹) مین لغوب کے ساتھ (توبہ ۱۵: ۲) مین ظماء و مخمصہ کے درمیان وارد ہے، سورۂ کہف (ع - ۹) مین حضرت موسیٰؑ کی زبان سے سفر کی تکلیف کے معنی مین یہ لفظ آیا ہے، ان آیتون سے ظاہر ہے کہ نصب نام ہے ایسی جسمانی تکلیف کا جو بھوک ہے، نہ پیاس ہے، نہ تکان ہے، سفر مین جو تکلیف بھوک پیاس اور تکان کے علاوہ ہوتی ہے، وہ بدن کا دکھنا ہے، نصب کہہ کر حضرت ایوبؑ نے اپنی اس جسمانی اذیت کا ذکر کیا تھا جس کا تذکرہ صاحب سفر ایوب نے ان الفاظ مین کیا ہے کہ مرض کی شدت سے میرا پیراہن اور طرح کا ہو گیا ہے،

سفر ایوبؑ کے تتمہ نویس نے یہ تو بتایا کہ آخر عمر مین اللہ نے پھر سے اُن کو پہلے سے زیادہ دولتمند بنا دیا، اور پھر سے ان کو بیٹے بیٹیان دین، مگر مرض کی بابت کچھ نہین کہا، سورۂ صاد مین حضرت ایوبؑ کی دعا دہرانے کے بعد خدا نے فرمایا،

ارکض برجلک ھذا مغتسل — اپنے پاؤن سے مار یہ رہا نہانے اور
بارد و شراب — پینے کا ٹھنڈا پانی،

مطلب یہ ہے کہ ان کو دفع مرض کے لئے ایک صحت بخش چشمے کا پتہ دیا، یہ بیان قرآن کا بالکل پر اضافہ ہے، اس اضافہ کے بغیر قصۂ حضرت ایوبؑ کا نامکمل رہ جاتا تھا،

عذاب کے معنی سب کو معلوم ہین، عذاب کے لئے جسمانی ہونا ضرور نہین، روحانی صدمہ اور

تکلیف کو بھی عذاب کہتے ہین، حضرت ایوبؑ نے عذاب کا ذکر کرکے اپنے اسی دکھ کا اظہار کیا ہے جس کا تذکرہ سفر ایوب کے ناظم نے یون کیا ہے کہ حضرت ایوبؑ نے کہا،

"تو نے میرا سارا خاندان برباد کر دیا ہے" (۱۶ : ۷)

"میرے رشتہ دار مجھ سے جدا ہو گئے ہین" (۱۹ : ۱۴)

حضرت ایوبؑ کی اس فریاد کا جواب خدا نے زبانی نہین دیا ہی، فرمایا،

ووھبنا لہ اھلہ ومثلھم معھم	اور ہم نے اُن کو اُن کے اہل دیدیئے،
رحمۃ منا وذکری لاولی	اور اون کے ساتھ اتنے ہی اور
الالباب،	اپنی طرف سے رحمت کے طور پر، اور
	سمجھدارون کے یاد رکھنے کے لئے،

یہ وہی بات ہے جو سورۂ انبیاء میں فرمائی تھی، اس آیت مین اور انبیاء کی آیت مین فرق صرف یہ ہو کہ انبیاء مین اولی الالباب کے بجائے عابدین کا لفظ ہے، وجہ فرق یہ ہے کہ سورۂ انبیاء مین قصص انبیاء کے مخاطب اہل ایمان ہین، چنانچہ قصون کو ختم کرنے کے بعد خدا نے فرمایا،

"یہ ہے تمھاری امت (یعنی راہ عمل) واحد راہ عمل (جس کے سوا کوئی دوسری راہ نہین)

اور مین تمھارا رب ہون سو میری پرستش کرو، (۶ : ۱۷)

برخلاف اس کے سورۂ صاد مین ذکر انبیاء کے ابتدائی مخاطب وہ کفار ہین جو ان کو اشرار کہتے تھے اس لئے یہان اولوالالباب کا لفظ استعمال کیا، مطلب یہ کہ عقل سے کام لو، صرف ان مصائب کا خیال نہ کرو جو حضرت ایوبؑ پر نازل ہوئے تھے، ان رحمتون کا تصور بھی کرو، جو انھون نے مصیبتین جھیل کر حاصل کین،

اہل وعیال کے دگنے ہو کر واپس ملنے کا ذکر چونکہ انبیاء اور صاد دونون مین ہے اس لئے سورۂ

صاد کی خاص بات یہ ہی کہ حضرت ایوبؑ کو خدا نے مرض کا علاج کرنے کے لئے ایک صحت بخش چشمہ کا پتہ دیا،

ایک روایت مین ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت ایوبؑ کو ایک مقام پر لے جا کر کہا اس جگہ اپنے پاؤن سے ٹھوکر مارو، انھون نے ٹھوکر ماری اور چشمہ نکل پڑا، (در منثور بروایت ابن عساکر)

ظاہر ہے کہ یہ روایت اسرائیلی نہین ہے، کیونکہ صحت بخش چشمہ کا ذکر سفر ایوب کے بیان پر قرآن کا اصلاحی اضافہ ہی، یہ روایت دراصل ارکض برجلک کی قیاسی تفسیر ہے،

سورۂ انبیاء مین اذا ھم منھا یرکضون کا فقرہ اس معنی مین آیا ہے کہ "ناگاہ بھاگنے لگے" ارکض برجلک کا صحیح ترجمہ یہ ہو کہ "اپنے پاؤن سے دوڑ جاؤ" لیکن مین نے معروف ترجمہ اور تفسیر کو اپنے ذاتی خیال پر ترجیح دی، میرا اپنا خیال یہ ہے کہ خدا نے ایک صحت بخش چشمہ تک سفر کا حکم دیا تھا لیکن قدیم تفسیر کو غلط قرار دینے کی بھی کوئی وجہ نہین ہی،

سورۂ صاد مین قصۂ ایوب کے انھی عناصر کو خدا نے دہرایا ہے جو سفر ایوب مین یا تو مذکور نہین یا مذکور ہین مگر قابل اصلاح ہین، جو باتین سفر ایوب مین مذکور ہین، اور قابل اصلاح نہین، اُن کا تذکرہ موجود نہین، سفر ایوب کے ناظم و ناثر دونون نے حضرت ایوبؑ کی بی بی کا ذکر کیا ہے، اور ان کو برے رنگ مین پیش کیا ہے، سفر ایوب کے ناظم نے حضرت ایوبؑ کی زبان سے کہا کہ

"میری جان سے میری جورو کو نفرت ہی"

مقدمہ نویس کے بیان کے مطابق اُن کی جورو نے اُن سے کہا تھا کہ

"تو اب تک اپنے دین پر قائم ہے، خدا کو سلام بول اور مرجا"

سفر ایوب کے بیان کے مطابق حضرت ایوبؑ نے اس کو صرف ڈانٹ دینے پر بس کی تھی، کہا تھا کیا ہم خدا کی رحمتین تو قبول کرین زحمتین رد کر دین ؟ سورۂ صاد مین خدا نے

اس بات کو دہرائے بغیر بتایا کہ حضرت ایوبؑ پر جو وحی نازل ہوئی تھی اس مین بھی یہ تھا کہ

وخذ بیدک ضغثا	اور اپنے ہاتھ مین ایک گٹھا تنکون کا لے
فاضرب به ولا تحنث	اور اس سے مار اور قسم توڑنے کی خطا نہ کر،

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ایوبؑ نے کسی کو جھاڑو سے مارنے کی قسم کھائی تھی، مگر کسی وجہ سے اس قسم کو پوری کرنے سے ہچکچاتے تھے، خدا نے تاکید کی کہ ہچکچاؤ نہین قسم ضرور پوری کرو،

مفسرین کی روایت ہے کہ حضرت ایوبؑ نے اپنی بی بی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی، خدا نے اس قسم کو پورا کرنے کی یہ ترکیب بتائی کہ سو تنکون کی جھاڑو لے کر مارو، یہ روایت معقول نہین ہے، یہ تو ایک حیلہ کی تعلیم ہوئی، صحیح بات یہی ہے کہ انھون نے ایک خطا کی بنا پر (اور وہ خطا یہی ہو سکتی تھی جس کا ذکر سفر ایوب کے مقدمہ نویس نے کیا ہے) اپنی عورت کو ضغث (جھاڑو) سے مارنے کی قسم کھائی تھی، خدا نے قسم پوری کرنے کا کوئی آسان حیلہ نہین سکھایا بلکہ جو قسم انھون نے کھائی تھی اسی کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی تھی،

صبر ایوب | اس قسم کی تکمیل کے حکم کے بعد قرآنی قصۂ ایوب ختم ہو جاتا ہے، قصہ ختم ہونے کے بعد خدا نے فرمایا،

انا وجدناه صابرًا	ہم نے اس کو صابر بنایا،

سفر ایوب پڑھ جاؤ، عام اثر تم پر یہ ہوگا کہ حضرت ایوبؑ نہایت بے صبری سے اپنے مصائب پر واویلا کرتے تھے، قرآن مجید کی یہ آیت اس کی تردید کرتی ہے، اور اس روایت کی تصدیق کرتی ہے، جس کا تذکرہ حضرت عیسٰیؑ کے ایک حواری یعقوب نے اپنے خط مین یون کیا ہے، کہ دیکھو ہم ان کو جو صبر کرتے ہین نیک بخت سمجھتے ہین، تم نے ایوب کا حال سنا ہے، خداوند کی طرف سے جو انجام ہوا تم جانتے ہو وہ بڑا رحیم اور مہربان ہے (یعقوب ۵: ۱۱)

حضرت ایوبؑ کے صبر کا تذکرہ فرما کر خدا نے فرمایا،

نعم العبد	وہ اچھا بندہ تھا،

یہ تردید ہے اُن کی جو حضرت ایوبؑ کو اشرار مین سے بتاتے تھے،

انه اوّاب،	بے شک وہ اوّاب تھا،

اوّاب کے معنی ہین بہت لوٹنے والا گناہ سے باز رہنے والے کو بھی اوّاب کہتے ہین، اور اُسے بھی جو گناہ سے تائب ہو جائے، علاوہ برین اس بے گناہ کو بھی جس کا دل ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے اوّاب کہتے ہین،

سورۂ صاد مین چونکہ خدا نے کفار کے قول پر صبر کرکے حضرت ایوبؑ وغیرہ کا قصہ سُنانے کا حکم دیا ہے، اور سورۂ صاد مین اُن کے حالات کے صرف ایسے چند اجزا بیان کئے ہین، جو پہلے سے مشہور قصہ مین اصلاحین کرتے ہین، اس لئے قرآنی اصلاحون کے ساتھ ان کا پورا قصہ بیان کر دینا ضروری ہے، ماحصل اس ساری تحریر کا حسب ذیل ہے،

حضرت ایوبؑ ایک زمانہ مین شہر بصریٰ مین حکومت کرتے تھے، وہ حضرت عیسو بن اسحاق اور بشامہ بنت اسماعیل کی نسل سے تھے، ان کا زمانہ حضرت یوسفؑ کے بعد اور حضرت موسیٰؑ کے پہلے تھا، وہ نہایت صابر اور خدا سے لو لگانے والے بزرگ تھے، اُن پر خدا نے ایک آفت ڈھائی، دشمن نے اُن پر حملہ کیا، اس حملہ مین انھون نے شکست کھائی، شریرون نے ان کو قید کر لیا، اپنے اہل و عیال سے وہ بچھڑ گئے، البتہ ان کی بی بی اُن کے ساتھ تھین، ایام اسیری مین اُن کے بدن کے زخم نہایت گھنونے قسم کا مرض بن گئے، ان مصائب کو دیکھکر اُن کی بیوی نے اُن کو مشورہ دیا، کہ خدا کو سلام بولو اور مر جاؤ، حضرت ایوبؑ نے اس پر ناراض ہو کر اُسے جھاڑو مارنے کی قسم کھائی، مگر ناتوانی نے اُن کو اس کا موقع نہین دیا، تمام مصائب کو حضرت ایوبؑ نے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا، ایک مدت تک وہ خاموشی

سے دکھ سہتے رہے، لیکن بالآخر خدا سے دعا کی اور کہا کہ بارالہا! مین دکھ مین مبتلا ہون، اور تو بڑا رحم
ہے، اس دعا کا اثر جلد ظاہر ہوا، دشمن کی قید سے رہائی پائی، اہل و عیال دونے ہوکر اُن کو ملے
مرض جو پیدا ہوگیا تھا، اس کے علاج کے لئے خدا نے اُن کو ایک صحت بخش چشمہ کا پتہ دیا، اور
انھون نے اس مرض سے بھی نجات پائی، بی بی نے مصیبت کے ایام مین چونکہ نہایت وفاداری کی
ساتھ دیا تھا، اس لئے وہ اس کو مار کر اپنی قسم پوری کرنے سے ہچکچاتے تھے، خدا نے اُن کو تاکید
کی کہ ضرور قسم پوری کرو،

(قرآنی کتابین)

ارض القرآن حصہ اوّل

عرب کا قدیم جغرافیہ عاد، ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح
لکھی گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر، اور موجودہ
آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق کی ہے،

ضخامت ۴۲۴ صفحے، قیمت: ۳ے ر

ارض القرآن حصہ دوم

قرآن مجید کے اندر جن قومون کا ذکر ہے، ان مین سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو
اسماعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تعریف، اور عرب کی تجارت
زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث،

ضخامت: ۴۴۴ صفحے، قیمت: ۱۲؍ ر

"منیجر"

ترکی ادبیات کا نیا رجحان

از

جناب مولوی محمود علی خان صاحب مولوی فاضل بی اے مہتمم جامعہ احمدیہ بھوپال

مولوی صاحب موصوف علوم مشرقیہ کے عالم، عربی ادب مین تحریر و تقریر پر قادر، اُردو
اردو، فارسی، ترکی، پشتو کے ماہر اور انگریزی کے گریجوایٹ ہین، ہماری زبان مین ترکی
کے متعلق بہت کم مواد ہے، موصوف نے میری فرمایش پر یہ مضمون لکھا ہے، امید ہے کہ وہ
اپنے قلمی و علمی فیوض سے کبھی کبھی بہرہ ور فرمائین گے، "س"

ہر قوم کا ادب عکس ہے اس کی ذہنیت کا، اور ذہنیت نتیجہ ہے، ایک مسلسل تاریخی واقعات
کا جو اُس قوم پر گذرتے رہتے ہین، ترکی ادبیات کے قدیم دور مین مذہبی رنگ غالب تھا، اور زبان
مین عربی اور فارسی الفاظ کی کثرت تھی، کیونکہ یہ ایک ایسا زمانہ تھا، جب کہ عثمانی سلطنت عراق
سے لیکر مراکو کے حدود تک اور آسٹریا سے لیکر سوڈان اور یمن تک پھیلی ہوئی تھی، ترکی قوم کے
علاوہ اُس کے ماتحت فارسی، عربی، یونانی، بلغاری وغیرہ بولنے والی قومین تھین، لیکن عثمانی
سلطنت کا اقتدار چونکہ خلافت اسلامی، اور بلاد مقدسہ پر حکومت کرنے کی وجہ سے تھا، اس لئے
ترکی ادب مین عربی و فارسی کے الفاظ کا بکثرت سے استعمال ہونا اس کا ایک قدرتی نتیجہ تھا، قوم
مین مذہبی روح، علماء کا احترام، عربی و فارسی سے نسبت، علوم دینیہ کا رواج، یہ سب چیزین
ایسی تھین جن کی وجہ سے عربی و فارسی الفاظ اور مذہبی و علمی اصطلاحات بکثرت سے ترکی زبان

مین داخل ہوگئی تھین، اور ادبی رجحان فارسی و عربی ادب کی مشترکہ روایات پر مبنی ہوگیا تھا، ذیل مین ایک شعر مثال کے طور پر لکھا جاتا ہے، اس مین سوائے ضمائر و روابط اور ایک آدھ فعل کے باقی سب فارسی و عربی الفاظ ہین، ان پر ایک خط امتیاز کے لئے کھینچ دیا گیا ہے،

تمام اصفہان اولماز، ستانبول شہرینک نصفی — اگرچہ جملہ نصف جہان وصف صفاہان

اصفہان کا پورا شہر استانبول کے آدھے کے برابر نہین ہوسکتا، اگرچہ پوری نصف دنیا صفاہان کی تعریف مین بھری پڑی ہے،

اس دور کی تصنیفات مین اسلامی علوم کی کتابین، انبیا و اولیا کے قصے، کچھ تاریخی کتابین شامل ہین، ذیل مین قدیم زمانہ کا ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے، یہ یازیجی محمد کا کلام ہے، جو سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ (۸۵۷ھ) کے زمانہ مین تھے، بڑے عالم اور صوفی گذرے ہین، ان کے کلام مین عربی اور فارسی الفاظ کی کثرت ملاحظہ فرمایئے،

چو اولدر عالم غیب و شہادت — پس اولدر قادر و خلاق و مولیٰ

جب کہ وہ ہے پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، بس وہی قادر ہے، پیدا کرنے والا، اور مالک ہے

جمیع کائناتی قیلدی ابداع — دلائل قیلدی ذاتینہ معلیٰ

اس نے تمام کائنات کو پیدا کیا، اور اپنی بلند ذات پر دلائل قائم کئے

قو ادیانی دینی قیلدی منسوخ — انکچون شرعی در خیر و ابقیٰ

تمام دینون کو اس کے دین نے منسوخ کر دیا، اسی وجہ سے اس کی شریعت سب سے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے،

چو مداحی اولدا اللہ اعظم — قیاس ایت کیم در اول سلطان اعلیٰ

جب خدائے بزرگ اس کا تعریف کرنیوالا ہوا تو قیاس کرو کہ وہ سلطان اعلیٰ کون ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس کے بعد ہم کئی صدی نیچے اتر کر ایک ادیب کے کلام کا نمونہ پیش کرتے ہین، جو اس نے بطور قطعہ تاریخ کے سلطان عبد الحمید خان کی تخت نشینی (۱۸۷۶ء) کے موقع پر لکھا تھا، ابھی تک عربی و فارسی کی وہی کثرت چلی آرہی ہے، وہ کہتا ہے،

طوغدی خورشید سعادت از سر نو عالمہ — طولدی انوار مسرت ہر کس ایتدی رسم عید

آفتاب سعادت نئے سرے سے دنیا پر طلوع ہوا، انوار مسرت پھیل گئے، اور ہر شخص نے عید کی رسم ادا کی،

چونکہ تخت عالی عثمانی یہ گچدی بوگون — عدل و انصاف و کرملہ مشتہر ذات فرید

اس لئے کہ آج تخت عثمانی پر جلوہ افروز ہوا، (وہ جو کہ) عدل، انصاف، کرم سے مشہور ایک ذات فرید ہے،

اس کے بعد ترکی مین انقلابات کا دور شروع ہوتا ہے، اور شخصی حکومت ختم ہو کر اس جگہ دستوری حکومت قائم ہوتی ہے، بادشاہ پرستی کے خیالات دماغون سے نکل کر اس کی جگہ وطن پرستی اور قوم پرستی کے جذبات پیدا ہوتے ہین لیکن لفظی اعتبار سے زبان پر کچھ زیادہ اثر نہین پڑا، کیونکہ ابھی تک ترکی مین ایسے لوگ موجود تھے، جو ترکی زبان سے زیادہ عثمانی زبان کے حامی تھے، اور عثمانی زبان اس ترکی کو کہتے تھے، جو ترکی، عربی اور فارسی الفاظ کا مجموعہ تھی، افعال و ضمائر وغیرہ ترکی کے استعمال ہوتے تھے، لیکن بقیہ الفاظ تمامتر عربی و فارسی ہوتے تھے، جیسا کہ آپ نے اوپر کے نمونون مین دیکھا، دستوری دور مین اگر کوئی فرق پڑتا ہے، تو وہ صرف مضمون کا، کیونکہ اب وطنی و قومی جذبات روز بروز ترقی اختیار کرتے جارہے تھے، ۱۹۱۱ء کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمایئے،

بز عسکر زعثمانیلیلر زشیر و غاینہ — سرحدہ سر دشمنہ شمشیر قضا یز

احیاے وطن اوغرینہ ہر لحظہ فدا یز

ترجمہ: ہم سپاہی ہین عثمانی ہین شیر وغا ہین — سرحد پر دشمنون کے سر پر شمشیر قضا ہین

احیاے وطن کی راہ مین ہر لحظہ فدا ہین

قورشون یاغیورکن صولہ ژدن صاغہ ژدن — انوارِ شجاعت صاچلیر سنجاغمزدن

داہنے طرف بائین طرف سے گولیان برستے وقت انوارِ شجاعت پھیلتے ہین ہمارے جھنڈے سے،

عثمانی جھنڈے کے متعلق اسی زمانہ کی ایک نظم ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے،

ارطغرل کے خاندان سے پیدا ہوا ہے تو — کس طرح دشمنون کے قلعون پر لہرایا ہو تو

شہیدون کے خون سے رنگین ہوا ہے تو — تجھ پر سلام اے عثمانی جھنڈے

تیرے بازو ہوا مین لہرا رہے ہین — کیا آسمان سے بھی بلند ہوجانیکا قصد ہے تیرا

تیرے سایہ مین ہر عثمانی جان دینا چاہتا ہے — تجھ پر سلام ہو اے عثمانی جھنڈے

اے شرافت اور عظمت کے فرمان — اور اے لڑائیون والی تاریخ کی داستان

اس ملک کا ہر ہر گوشہ تجھے چاہتا ہے — تجھ پر سلام ہو اے عثمانی جھنڈے

اسی زمانہ کی ایک درسی کتاب مین جو بچون کو دوسری جماعت مین پڑھائی جاتی تھی بچون کے لئے چند شعر لکھے ہین جن کا ترجمہ یہ ہے،

"چھوٹا سپاہی ہتھیار لے کر آگے بڑھتا ہے، سارا شہر اس سے کہتا ہے "چھوٹے سپاہی زندہ باش" ان ننھے ننھے کاندھون پر کل بندوق رکھی جائے گی" "بندوق کیا بلکہ پورے وطن کا بوجھ ان پر رکھدیا جائے گا"

اس کے بعد ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم شروع ہوجاتی ہے، ترک لڑائیون مین شریک ہوتے ہین، حرمین کے عرب جن پر لاکھون ترکی پونڈ صرف ہوتے تھے، باغی ہوجاتے ہین، چار سال کی مسلسل جنگ کے بعد ترکون کو شکست ہوتی ہے، ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہین، یونان ایشیائے کوچک

مین گھس آتا ہے، ترکی سلطان اتحادی قیدی سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا، اور ملک بالکل تباہ ہوجاتا ہے، اسی اثنا مین کمال اتاترک اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور ترکی کو غلامی سے نجات دلا کر اُس کے ہر شعبۂ زندگی مین ایک انقلاب برپا کردیتا ہے، اس موقع پر اس انقلاب کی تفصیل بیان کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے، ہم صرف اس کے ادبی پہلو پر کچھ لکھنا چاہتے ہین،

ترک اس حقیقت کو بخوبی سمجھ گئے کہ اگر دنیا مین بحیثیت ایک زندہ قوم کے رہنا ہے، تو جدید علوم وفنون کو رواج دینا، فوج کی جدید اصول پر تربیت، جدید اسلحۂ جنگ کا استعمال، صنعتی، زراعتی، اور اقتصادی ترقی بالکل اُنہی اصولون پر لازمی ہے، جن کو مغربی دنیا اختیار کئے ہوئے ہے، چونکہ اُن کو قدامت پسند علما سے نفرت ہوگئی تھی، جو ہر اصلاح کے مخالف تھے، اس لئے اس جدید تحریک کا ایسا ردِعمل ہوا کہ ترک قوم اسلام کو بھی بڑی حد تک کھو بیٹھی، اور اُس کے خیال مین تقریباً ہر اسلامی چیز ترقی کی راہ مین حائل ہونے لگی، اگر علما اپنے جمود کو چھوڑ کر ترقی کی رفتار مین قوم کی مدد کرتے، اور یقیناً کرسکتے تھے، کیونکہ اسلام بشرطیکہ اس کو اصلی صورت مین پیش کیا جائے، ہرگز انسانی ترقی کا مخالف نہین، وہ تو یہ کہتا ہے کہ "کائنات کی ہر چیز تمھارے لئے مسخر کردی گئی ہے" اس سے زیادہ "سائنس" کی تعلیم کی طرف کیا چیز رغبت دلاسکتی ہے، کیونکہ سائنس نام ہے قدرت کے راز معلوم کرنے، اور اُن کو انسان کے نفع کے لئے استعمال کرنے کا، اور یہی اسلامی تعلیمات کا صحیح منشا ہے،

علما نے ایسا کیون نہین کیا، اس کا جواب بھی نہایت صاف ہے، اور وہ یہ کہ جس تعلیمی ماحول مین اُن کے دماغون نے تربیت پائی تھی، وہ سائنس کی دنیا اور موجودہ ٹھوس حقائق سے بالکل الگ تھا، ناقص مذہبی تعلیم، قدیم یونانی منطق وفلسفہ کے خرافات سے اُن کی ذہنیت کی تعمیر ہوئی تھی، اور اگر اُن مین سے بعض جدید حالات سے متاثر ہوکر کچھ سمجھنے بھی لگے تھے، تو وہ قصداً اپنے مرکز سے ہٹنا نہین چاہتے تھے، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ علمی اعتبار سے دیوالیہ ہوئے جاتے تھے،

اور زندگی کے ہر شعبہ مین قیادتِ عامہ کا منصبِ جلیل جو اُنھین حاصل تھا ختم ہو جاتا تھا،
علما اپنی جگہ پر رہے، اور جدید ترکون نے آگے بڑھ کر اپنی پوری معاشرت مغربی سانچہ مین ڈھالدی، اور ایسے بھی آگے بڑھے کہ اپنی مشرقی روایات اور اسلامی تعلیمات کی بعض بنیادی چیزون کو بھی پیچھے چھوڑ گئے، اور اس انقلاب کو اُنھون نے ایسی ٹھوس بنیاد پر قائم کیا، کہ بچہ سے لے کر بوڑھا تک ایک ہی رنگ مین رنگ گیا، انھون نے ابتدا ہی سے بچون کے دماغ مین یہ باتین بٹھانا شروع کردین کہ دنیا مین جمہوریت ہی بہترین طرزِ حکومت ہے، ہمارے پُرانے ملا عقل کے دشمن تھے، اور ہم کو ترقی سے روکتے تھے، جمہوریت نے ترکی قوم پر کیا کیا احسانات کئے وغیرہ وغیرہ، ذیل مین ہم ترکی کی پانچوین کتاب سے اسی مضمون کا ایک سبق ترجمہ کرکے پیش کرتے ہین، اس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ کس طرح ابتدا ہی سے بچون کی تعلیم مین قومی تعمیر کی بنیاد رکھی جاتی ہے، سبق کا عنوان ہے: **جمہوریت**،

"میرے بچو! تم جانتے ہو کہ جمہوریت کو ہر شخص پسند کرتا ہے، ہر طرف سے زندہ باد جمہوریت کی آوازین آتی ہین، چھوٹا اور بڑا ہر ایک اپنی جان سے زیادہ اُس کی حفاظت کی قسم کھائے ہوئے ہے، جمہوریت کی بقا ہمارے لئے کیون اس قدر عزیز ہے، ہمارے رہنما اتاترک اعظم نے نوجوانون کو اس چیز کا انعام دینا کیون ہر شخص پر مقدم سمجھا، مین جمہوریت سے پہلے کا زمانہ بھی دیکھے ہوئے ہون اس لئے اس کے اسباب ایک ایک کرکے تمھین سمجھاتا ہون!

بادشاہت کے تاریک زمانہ مین جو تکلیفین ہم نے اٹھائی ہین، وہ کسی دوسری قوم نے نہین اٹھائین، ہم ایسی حالت مین اپنی آواز تک نہین اٹھا سکتے تھے، اور اپنے کلیجہ پر پتھر رکھے ہوئے تھے، جنگ عظیم (۱۹۱۴ء) مین ہم نے بڑی بڑی قربانیان کرکے اپنا خون بہایا، دوست اور دشمن دونون ہمارے بہادری کو دیکھکر انگشت بدندان تھے جو قومین ہمارے ساتھ متحد تھین، وہ

چار سال لڑنے کے بعد سمجھ گئین کہ آیندہ وہ دشمن کی طاقت کا مقابلہ نہین کرسکتین، انھون نے ہتھیار ڈال دیئے، ہم بھی بہت تھک گئے تھے، کیا ہم اس وقت دنیا کے سامنے اپنا سر اونچا کرسکتے تھے؟ دشمن ہم سے کہتے تھے، اپنے ہتھیار رکھدو، اپنی مادرِ وطن کی سرزمین، اپنی جان، اور اپنی عزت و ناموس سب کچھ چھوڑ دو، ہم اُس وقت تک اپنی کہی ہوئی بات سے نہ پھرے، اور ایک بہادر قوم ہونے کی وجہ سے دوسری قوم کو بھی اپنی طرح سمجھتے رہے، ہم نے اپنے ہتھیار رکھدیئے، اور اپنے دروازے کھولدیئے،

مگر انسان کو دشمن کی باتون پر یقین نہ کرنا چاہئے، اپنا ہتھیار اپنے ہاتھ سے نہ دینا چاہئے، اپنے دروازون کو (غیرون کے لئے) نہ کھولنا چاہئے، انھون نے اندر داخل ہونے کے بعد ایک دم ہم پر حملہ بول دیا، انھون نے ہمارے سب سے زیادہ زرخیز علاقون کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا، اور ادھر سے اُدھر تقسیم کرنا شروع کر دیا، وہ ہم کو خود ہمارے وطن مین غلامون کی نظر سے دیکھنے لگے، اور ہمارے وجود کو اپنے پیرون کے نیچے کچلنے لگے، سب سے زیادہ دردناک بات یہ تھی کہ بادشاہ بھی اُن کے ساتھ مل گیا تھا، وہ بادشاہ جس کے باپ دادا کو ہم سینکڑون سال سے اپنے سرون پر اُٹھائے ہوئے تھے، اور ہم نے اپنے خونِ دل سے اُن کی پرورش کی تھی،

اتاترک کو یہ باتین برداشت نہ ہوسکین، ملک کے ایک گوشہ مین اُس نے قوم کے نہایت پاکیزہ اور نہایت دلیر فرزندون کو ایک جلسہ منعقد کیا، اور اپنا مقصد سمجھایا، برسون سے دل پر زخم کھائی ہوئی قوم کو اس کا رہنما مل گیا، جوان بڈھے، عورتین، مرد حکم کی تعمیل مین اُس کے آس پاس جمع ہوگئے، اور جیسے کہ پہاڑ کی بلندی سے ایک بڑا برف کا تودہ گرتا ہے، وہ دشمن پر آپڑے، اور صرف دشمن ہی کو نہین بلکہ بادشاہ کو بھی جو اس کے ساتھ اتفاق کئے ہوئے تھا، نکال باہر کیا، جمہوریت، ہماری آزاد اور خود مختار قوم کی قوت اور اُس کے ارادے سے قائم کی ہوئی حکومت ہے، اسی لئے ہم اُسے چاہتے ہین، اور وہ ہمین بیحد پیاری ہے،"

بادشاہی زمانہ مین ہم کس طرح دوسری قومون سے پیچھے رہ گئے، اب مین تم کو یہ سمجھاتا ہون،
بادشاہ ملک کو اُس کھیت کی طرح سمجھتا تھا جو ان کی طرف سے اسے میراث مین ملا ہو، اور
قوم کو اپنا غلام خیال کرکے اس کے افراد کو غلامون کی نظر سے دیکھتا تھا، ترکون سے زیادہ عرب اور
ارناؤد جیسی اجنبی قومون کے فرزندون سے اس کو زیادہ محبت تھی، اور وہ اُن کی زیادہ پرورش کرتا
تھا، بڑے عہدون کے لئے اکثر اوقات انہی مین سے انتخاب کرلیتا تھا، اگر کبھی کوئی شریف، عقلمند اور
ذی علم ترک فرزند کسی بڑے کام تک پہنچ جاتا اور ملک کو نجات دلانے کے لئے مفید کام کرنا چاہتا، تو
اُس کی راہ مین پُرانے خیال کے بے علم ملا حائل ہوجاتے تھے،

اب مین تمھارے سامنے ایک نئے خیالات رکھنے والے روشن دماغ ترک افسر اور ایک مُلا کے درمیان
گفتگو کراتا ہون، تم اُسے غور سے سُنو،

روشن دماغ ترک: کبھی کبھی کسی اجنبی قوم کے ساتھ ہم کو لڑائی کا اتفاق ہوتا ہے، ہمارے سپاہی
اُن کے سپاہیون سے بہت زیادہ بہادر ثابت ہوتے ہین، لیکن اُن کی فوج جدید فنونِ حرب کے مطابق
تربیت یافتہ ہوتی ہے، اور ذی علم افسرون کے انتظام کے ماتحت مشین کی طرح کام کرتی ہوئی حملہ آور
ہوتی ہے، اُن کے ہاتھون مین جدید اسلحہ ہوتے ہین، اور ان کے جسم پر لڑائی کے لئے نہایت موزون اور
آرام دہ لباس ہوتا ہے، اسی لئے وہ بہت کم جانی نقصان اٹھاکر بہت زیادہ کامیابی حاصل کرلیتے ہین،
ہم کو بھی چاہئے کہ اُن کی طرح اپنی فوج کو ترقی دین، اپنی فوج کے ہتھیار اور اس کی وردیان بدل
ڈالین اور بڑے اور چھوٹے افسرون کو تعلیم دے کر انہین ماہر بنائین، اور مفید فوجی تربیت گاہین
قائم کرین،

مُلا: ایسا نہین ہوسکتا، گناہ ہے، ہمارے اسلاف جیسا کرتے تھے، ہم اسی طرح کرین گے،

روشن خیال ترک: یورپ اور امریکہ مین علم نے بہت ترقی کی ہے، ایسے قانون بنائے

گئے ہین کہ کوئی انسان بے پڑھا لکھا باقی نہ رہے، ہمارے ہان پڑھے لکھے اتنے کم ہین کہ انگلیون سے بتائے
جاسکتے ہین، ہمارے بچون کو پڑھانے کے لئے اونچی تعلیم حاصل کئے ہوئے استاد نہین ہین، ہمارے ملک کے
گاؤن اور شہرون کو بارونق بنانے کے لئے اور راستون اور پلون کو تیار کرنے کے لئے انجینیر نہین ہین
تندرستی کی حفاظت کے لئے ہمارے ہان ڈاکٹر نہین، ان سب کو تیار کرنے کے لئے نئے کالج قائم کرنا
ضروری ہے،

ملا: یہ نہین ہوسکتا، یہ گناہ ہے، ہم کافر ہوجائین گے، کیا ہمارے مدرسے ہماری ضروریات
کے لئے کافی نہین، ہمارے گاؤن اور شہرون کو بارونق بنانے سے کیا فائدہ، کل مرنے کے بعد
جنت مین اللہ ہم کو بہت سے محل عطا فرمائے گا،

روشن خیال ترک: ہم کو چاہئے کہ چند ہسپتال قائم کرین،

مُلا: یہ بھی نہ ہوگا یہ کافرون کا کام ہے، ڈاکٹر کے علاج سے بیماری نہین جاتی ہم اپنے
بیمارون کی بزرگون سے جھاڑ پھونک کرائین تو یہ زیادہ مفید ہے،

روشن خیال ترک: ہم کو چاہئے کہ ہم اپنے بچون کو غیر زبانین سکھائین، تاکہ وہ ترقی یافتہ
قومون کی مفید کتابین پڑھ سکین،

مُلا: یہ نہ ہوگا، یہ گناہ ہے،

روشن خیال ترک: اگر یہ بات ہے تو ہم کو چاہئے کہ ہم اپنی مادری زبان ترکی کو اچھی
طرح پڑھین،

مُلا: جس کو ترکی کہین ایسی کوئی زبان نہین ہے، البتہ عثمانی زبان ہے جس مین زیادہ
حصہ عربی اور فارسی الفاظ کا ہے، اگر ان زبانون کو حاصل کرلیا جائے تو کافی ہے،

روشن خیال ترک: ہمارے ہم وطنون مین آدھے سے زیادہ عورتین ہین، وہ پنجرے کے

اندر اور سیاہ نقاب کے پیچھے زندگی بسر کرتی ہین، اور ایسے پھولونکی طرح زرد ہو کر مرجھا جاتی ہین جن کو دن کی روشنی نصیب نہ ہو، اور اسی وجہ سے وہ بچے جن کی وہ پرورش کرتی ہین، روز بروز کمزور ہوتے چلے جاتے ہین، ہم کو چاہئے کہ ہم اُن کو آزاد کر دین، وہ بھی ہماری طرح اپنا منہ کھول کر سورج کی روشنی مین پھرین، مدرسون مین داخل ہون، اور اُن کے خیالات ترقی کرین،

ملّا: یہ نہین ہو سکتا، عورت کو گھر ہی مین بند رہنا چاہئے، اور دنیا سے اُس کو بےخبر رہنا چاہئے،

اس طرح پر مُلّا لوگ ہر وقت دنیوی امور مین دخل دیتے، اور ملک کو ترقی دینے کی نئی چیزون کے راستہ مین حائل ہوتے تھے، نامکمل عربی جاننے کے علاوہ اُن مین کوئی قابلیت نہ تھی، دین کے نام پر وہ لوگون کو دھوکا دیتے تھے، اور خود اپنے بھائیون کو آپس مین لڑایا کرتے تھے، جمہوری حکومت کی خوبیون مین سے ایک یہ بھی ہے، کہ اُس نے ملّاؤن کو بیچ مین سے نکال کر دینی امور کو دنیوی اُمور سے علیحدہ کر دیا،

اب مین یہ بتانا چاہتا ہون کہ اِس گیارہ سال کی مدت مین جمہوری حکومت نے کیا کیا کام کئے،

۱- بادشاہ رعایا کو غلامون کی طرح استعمال کرتا تھا، اب ملک کے کامون سے واقفیت رکھنے والے، اور وطن سے محبت کرنے والے لوگون کا انتخاب کیا جاتا ہے، اور وہی لوگ حکومت کا کام دیکھتے ہین،

۲- امور مذہبی امور دنیوی سے الگ کر دیئے گئے،

۳- پُرانے مدرسے بند کر دیئے گئے، اب ملک کے تمام بچے نئے مدرسون مین ایک ساتھ پڑھتے ہین،

۴- بادشاہت نے غیر قومون کو بہت سے حقوق دے رکھے تھے، ان کی علیحدہ عدالتین تھین، اُن ڈاکخانے تھے، اگر وہ کوئی جرم کرتے تھے، تو ہماری پولیس اُن کو گرفتار کرکے عدالت مین نہین لا سکتی تھی، ہماری جمہوریت نے ان حقوق کو ختم کر دیا، اب ترکون کے وطن مین صرف ترکون ہی کا حکم چلتا ہے،

۵- ہمارے ملک مین پرانے زمانہ سے دو علیحدہ علیحدہ عدالتین، اور دو علیحدہ قانون پائے جاتے ہین ایک دین کا قانون اور ایک دنیا کا قانون، اب یہ دوئی بھی بیچ مین سے اٹھ گئی، اب لوگ صرف ایک عدالت کو جانتے ہین، جہان وہ خود اپنی قوم کے بنائے ہوئے، قانون کی بنا پر اپنے حقوق طلب کرتے ہین،

۶- پرانے زمانہ مین عورت اپنے گھر مین بند رہتی تھی، کوئی کام نہین کرتی تھی، وہ صرف مرد کی دست نگر تھی، اُب اس نے اپنی کمزوریون کو محسوس کر لیا، اب وہ مرد کی طرح کھلے منہ پھرتی ہے، محنت کرتی ہے، اور کماتی ہے، اس کو میونسپل وغیرہ کی ممبری کا حق بھی دیدیا گیا ہے، جو اس وقت تک بہت سے ترقی یافتہ ملکون مین بھی اُس کو حاصل نہین ہے،

۷- اس سے پہلے صرف مالدار لڑکے ہی پڑھ سکتے تھے، اب ہمارے ملک کے تمام بچون کو مفت تعلیم دیجاتی ہے، اور مدرسون کی تعداد سال بسال بڑھتی جاتی ہے،

۸- پُرانا رسم خط ایک نہایت مشکل رسم خط تھا، ہمارا اپنا رسم خط آسان ہے، تم جتنا ایک سال مین پڑھ لیتے ہو اُس کو ہم پانچ سال مین پڑھا کرتے تھے،

۹- آج جس طرح کی صاف اور ستھری ترکی زبان مین نوشت و خواند ہوتی ہے، اُس زمانہ مین اس کی کوئی قدر نہ تھی، ہم کو عربی اور فارسی الفاظ سے ملی ہوئی ایک بناوٹی زبان پڑھائی جاتی تھی، جس کو عثمانی زبان کہا جاتا تھا، اس مشکل زبان کو سیکھنے مین ہمارے کئی سال صرف ہو جاتے تھے، اور دوسرے علوم کو ہم بہت دیر مین شروع کرتے تھے، اور تمھاری طرح جلد ترقی نہین کر سکتے تھے،

۱۰- پہلے ہم اپنے سر پر سرخ کپڑے کی بنی ہوئی ایک مضحکہ خیز ٹوپی لگاتے تھے، جس کو "فز" کہتے ہین، گرمی اور جاڑے کے موسم مین یہ ٹوپی ہم کو بہت تکلیف پہنچاتی تھی، اُس کے اوپر ایک لٹکتا ہوا پھندنا ہوتا تھا، جسے دیکھ کر ساری دنیا ہم پر ہنستی تھی، جمہوریت نے اُس کو بھی پھاڑ پھینکا

اور تمام متمدن دنیا جو ٹوپی اپنے سر پر لگاتی ہے، ہم بھی اب وہی استعمال کرتے ہیں،

۱۱- پہلے مجسمہ بنانا ممنوع تھا، تصویر اور موسیقی کی بھی کوئی قدر نہ تھی، اب جمہوری حکومت نے ان کو نہایت ضروری خیال کرتے ہوئے، نصاب تعلیم میں اُس کو ایک بڑی جگہ دی ہے،

۱۲- اناطولیہ کے راستوں کی طرف بالکل توجہ نہ تھی، ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچنے میں مہینے گذر جاتے تھے، جنگ کے زمانہ میں سپاہیوں کو اُن کے گانوؤں سے نکال کر جب تک میدان جنگ میں پہنچایا جاتا تھا، دشمن سرحد کو عبور کر چکا ہوتا تھا، اب بارہ سال کے عرصہ میں جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، اناطولیہ میں کیسے اچھے اچھے راستے بن گئے، اور ریلوں کا جال بچھ گیا،

۱۳- پہلے زمانہ میں ہمارے ملک کے ایک گوشہ میں تنہا ایک بڑا شہر استنبول تھا، دوسرے شہروں کی طرف کوئی توجہ نہ تھی، شہروں سے زیادہ وہ بڑے گانوں سے مشابہ تھے، انقرہ بھی اناطولیہ کے بیچ میں ایک بڑا گانوں تھا، جمہوری حکومت نے اس میں بارہ سال کی مدت میں نہایت ترقی یافتہ عمارتیں بالکل یورپ اور امریکہ سے ملتی ہوئی بنا ڈالیں، راستے، مدرسے، عجائب خانے اور کارخانے بنا کر شہر کی رونق بڑھائی گئی، اسی طرح ملک کے دور دراز گوشوں میں بھی جو شہر آباد ہیں، وہ بھی ترقی کرتے جا رہے ہیں"

یہاں تک ترکی کی پانچویں کتاب (مطبوعہ ۱۹۳۷ء) کے ایک سبق کا ترجمہ ہم نے پیش کیا، اس سے آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ کس طرح ابتدا ہی سے بچوں کی ذہنی تربیت کی جاتی ہے، اور بچوں کی ذہنیت کے مطابق عام فہم اور آسان طریقے سے جمہوریت اور جدید تمدن کے فوائد اُن کے ذہن نشین کئے جاتے ہیں، ہمارا مطلب اس سے یہ نہیں ہے، کہ ہم کو ترکوں کی ہر بات سے اتفاق ہے، اور انھوں نے مشرقی تہذیب کو چھوڑ کر جو مغربی رنگ اختیار کیا ہے، وہ ہمارے لئے بھی قابلِ تقلید ہے، کیونکہ اوّل تو یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے، اور دوسرے ہمارے ملک کی منتشر حالت اور

مسلمانوں کی موجودہ ذہنیت اس بحث کے لئے سازگار نہیں ہے، ہمارا موضوع ترکی ادب جدید پر منحصر ہے، اور اسی کو ہم آگے بھی ذرا تفصیل سے بتانا چاہتے ہیں،

سیاسی انقلاب کا جو اثر ترکی ادبیات پر پڑا اُس نے ترکی کو قدیم رسم خط کو بھی باقی نہیں چھوڑا، پہلے ترکی زبان عربی رسم خط میں لکھی جاتی تھی، اور اب رومن حروف اختیار کر لئے گئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ رسم خط کی تبدیلی میں ترک بالکل حق بجانب ہیں، اس لئے کہ عربی رسم خط میں ترکی زبان صحیح طریقہ پر نہیں لکھی جا سکتی تھی، کیونکہ عربی کے حروف علت اور حرکات یعنی واؤ الف اور ی، اور زبر زیر اور پیش ترکی تلفظ کے ادا کرنے سے بالکل قاصر تھے، مثلاً ترکی زبان میں ایک حرکت زیر اور زبر کے درمیان ہوتی ہے، مثلاً "Ben" یعنی "میں" اب اس کو پرانے رسم خط میں یا تو زبر کے ساتھ بَن لکھ سکتے ہیں، یا زیر کے ساتھ بِن اور یہ دونوں غلط ہیں، اسی طرح عربی میں صرف ایک واؤ ہوتا ہے، واؤ معروف، اور اگر فارسی کا واؤ مجہول بھی لے لیا جائے، تو دو قسم کے واؤ ہوئے، حالانکہ ترکی میں اس کے علاوہ دو قسم کے اور واؤ ہیں، ایک واؤ ہے جس کا تلفظ واؤ مجہول اور یائے مجہول کے درمیان ہے، مثلاً Ölek متعدی مرض Ölmez = غیر فانی، اور ایک واؤ ہے جس کا تلفظ واؤ معروف اور یائے معروف کے درمیان ہے، مثلاً Ülke = سرحد Üfürük = جھاڑ پھونک، پہلے واؤ رومن O پر دو نقطے لگا کر اور دوسرا U پر دو نقطے لگا کر ظاہر کیا جاتا ہے، علاوہ ترکی کے یہ دونوں تلفظ جرمن اور ہنگرین وغیرہ زبانوں میں بھی ہیں، اس کے علاوہ ترکی کا قدیم رسم خط یعنی عربی رسم خط، مرکب ہونے کی وجہ سے نہایت مشکل تھا، جس میں ایک حرف کی کئی کئی صورتیں ہوتی ہیں، زبر زیر اور پیش عام طور پر نہیں لگائے جاتے، محض قرینہ اور حافظہ کی مدد سے لفظ صحیح پڑھا جاتا ہے، ت ط، ز ذ ض ظ، ث، س، ص، کا جھگڑا بھی بچے کے لئے کچھ کم مشکل نہیں، لہٰذا زبان کے رسم خط کو آسان بنانے اور اُس کو تلفظ کے عین مطابق کرنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، کہ اس کو رومن

حروف میں لکھا جائے، بلکہ طوالت کے بچنے کے لئے یہاں تک کیا گیا کہ ش O ہے Sh دو حروف لکھنے کے بجائے S کے نیچے ایک نشان اس طرح S کا لگا دیا جاتا ہے، C ترکی میں ج کی آواز دیتا ہے اور چ کے لئے بجائے Ch دو حرفوں کے C کے نیچے ایک نشان اس طرح C لگا دیتے ہیں اس اصلاح کا یہ نتیجہ ہوا کہ اب بچہ نہایت تیزی سے پڑھنے لکھنے لگتا ہے، اغیر زبان والے بھی آسانی سے ترکی پڑھنے لگتے ہیں، اب ترکی دنیا کی اُن چند زبانوں میں ہے جو تلفظ کے عین مطابق لکھی جاتی ہیں،

ذیل میں ہم ایک جملہ قدیم اور جدید دونوں رسم خطوں میں لکھتے ہیں، اب آپ تمام مذہبی اور تاریخی تعصب کو چھوڑ کر انصاف سے فیصلہ کیجئے کہ کونسا رسم خط آسان ہے؛

"Yüksek Türk, Seniniçin Yüksekliğin hdudu yoktur. Kemal Atatürk"

"یوکسك ترك، سنك ایچون یوکسکلکنك حدودی یوقدر کمال اتاترک"

ترجمہ: "اے بلند ترک، تیرے لئے بلندی کی کوئی حد نہیں ہے، (کمال اتاترک)

ترکی ادبیات کا مذہبی رنگ تو عرصہ ہوا ختم ہو چکا تھا، اور جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے، اُس کی جگہ قومی اور وطنی ادبیات نے حاصل کر لی تھی، ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے بعد جب ترکی کا ہر شعبۂ زندگی تقریباً مغربی سانچہ میں ڈھل گیا تو ادبیات نے بھی وہی رنگ اختیار کرنا شروع کیا، جو مغربی ادب کی خصوصیت ہے، عشق و محبت کے جذبات کا اظہار قدیم روایات اور محدود تشبیہات و استعارات کا پابند نہیں رہا زبان کی سادگی اور سلاست بڑھ گئی، غیر ضروری عربی اور فارسی الفاظ کی بھرمار نہیں رہی، بیانیہ شاعری نے بھی بڑی ترقی کی، قدرت کے مناظر اور فطرت کی نقاشی کا عکس بھی ترکی ادبیات میں نمایاں طور پر نظر آنے لگا،

ہم کو افسوس ہے کہ جملہ اصناف سخن کی مثالیں ہم آپکے سامنے پیش نہیں کر سکتے، اس لئے کہ

نہ تو ہمارے پاس اس کا کافی ذخیرہ ہے اور نہ مضمون کو زیادہ طول دینے کی گنجایش ہے، لہٰذا اب ہم جستہ جستہ صرف چند ایسے انتخابات درج کرتے ہیں، جو قومی شاعری سے متعلق ہیں، کیونکہ انقلاب کے بعد شاعری کی اسی صنف نے زیادہ ترقی کی ہے، اس انتخاب کا زیادہ حصہ ہم نے ترکی ریڈروں سے ترجمہ کیا ہے، لہٰذا اس کے پڑھنے میں یہ بات محفوظ رہے کہ یہ بچوں کی ذہنیت کے مطابق ان کی قومی تربیت کے خاطر لکھی ہوئی چھوٹی چھوٹی نظمیں اور عبارتیں ہیں، آپ اُن کو اپنی تربیت یافتہ ذہنیت سے مطابق کرنے کی کوشش نہ فرمائے،

وطن اور اتاترک | "یہ سمندر، یہ پہاڑ، یہ جنگل، یہ باغ، یہ چاندی کی طرح سفید پانی، یہ آبشاریں، یہ خوبصورت بے مثل وطن، میرے بچے! یہ تیرا ہے، یہ تیرا ہے،

جب کہ تو گہوارہ میں تھا، تیری ماں لوریاں سنا کر تجھے سلاتی تھی، تیرا وطن جو ہر ملک سے اونچا ہے، دشمنوں سے بھر گیا تھا، اور وہ ایک قید خانہ تھا،

جب کہ دشمن ہم کو پیروں تلے روندرہے تھے، اتاترک آگے بڑھا، اور ایک ایسا سورج نکلا جو کبھی ڈوبنے والا نہیں، اُسنے تمام تاریکیوں کو مٹا دیا، اور ملک کو روشن کر دیا، اور ہم سب کو سیدھے راستہ پر لگا دیا"،

سرحد | تمھارا باغ ہر جانب سے باڑھ سے گھرا ہوا ہے، باغ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک درخت ہی درخت ہیں، جو شخص چوری کی نیت سے اندر گھسنا چاہتا ہے، باڑھ اُس سے کہتی ہے، یہاں سے دور ہو، یہ خوبصورت باغ تمھارا نہیں ہے" یہ سُن کر بھی اگر وہ اندر گھسنا چاہتا ہے، تو باڑھ اُس کو اپنے کانٹوں میں پھنسا لیتی ہے، اور اندر جانے نہیں دیتی، تمھارے وطن کی حفاظت کے لئے بھی ایسا ہی باڑھ موجود ہے، لیکن وہ باغ کی باڑھ کی طرح نہیں بنائی گئی ہے، سرحدوں پر قلعے ہوتے ہیں، ہماری سرحدوں پر بھی

اسی طرح لوہے کے قلعے موجود ہین اور وہ ہماری بڑی بڑی توپین ہین لیکن سب سے زیادہ
حفاظت کرنے والا قلعہ ترک سپاہی کا سینہ ہے"،

جھنڈا

"آسمان کا چاند اور ستارہ، تیرے سینہ پر چمکتا ہے"،
"اس ملک کے لڑکے اور لڑکیان، ہر جگہ تجھے ڈھونڈتی ہین"،
"زندہ باش اے اونچے جھنڈے، تو کیا ہی شاندار ہے"،
"صرف تیرے ہی سایہ مین، ہمارے دل خوشی محسوس کرتے ہین"،

میرا جھنڈا

"میرے باپ دادا نے آسمان سے زمین پر، اتارا چاند اور ستارا"،
"اور ایک ابر کے ٹکڑے کو لپیٹ لائے، جس کا رنگ شفق سے بھی زیادہ سرخ ہے"،
"آگ کی طرح اُس کا سُرخ رنگ، نہ گلاب کے پھول سے نہ کسی اور سرخ پھول
سے لیا گیا ہے"،
"وہ ترک قوم کے فرزندون کا اپنا خون ہے، جس نے اُس کو یہ رنگ دیا ہے"،
"اس کا چاند اور ستارہ، آسمان کے چاند تارے سے اونچا ہے"،
"ترکون کی پیشانی پر یہ تحریر ہے، ترک ہی اُسے بلند کرتے رہین گے"،
"میرا فرض ہے کہ اپنے جھنڈے کو، ہر جھنڈے سے بلند رکھون"
"جان دے ڈالون، اپنا خون بہاؤن، لیکن اپنے فرض کو ہرگز نہ چھوڑون"

اصلاحاتِ اقبال

از

جناب محمد بشیر الحق صاحب دسنوی عظیم آبادی

(۲)

۲۸ - داغ

رسالۂ مخزن ماہ اپریل ۱۹۰۵ء	بانگ درا صفحہ : ۸۹
۱۔ تھی زبانِ داغ پر جو آرزو ہر دل مین ہے	۱۔ .. ..
یعنی یہ لیلا وہان بے پردہ یان محمل مین ہے	لیلیٰ معنی وہان بے پردہ یان محمل مین ہے
۲۔ آہ اے بیت الحرامِ مذہب اہلِ سخن	۲۔ اے جہان آباد اے سرمایۂ بزمِ سخن
ہو گیا پھر آج پامالِ خزان تیرا چمن	..
۳۔ وہ گلِ رنگین ترا رخصت مثالِ بو ہوا	۳۔ ..
یعنی خالی داغ سے کاشانۂ اُردو ہوا	آہ! خالی داغ سے کاشانۂ اُردو ہوا

۲۹ - بچہ اور شمع

رسالۂ مخزن ماہ ستمبر ۱۹۰۵ء	بانگ درا ص ۹۴-
۱۔ محفلِ قدرت ہو اک دریائے پایانِ حُسن!	۱۔ ..
دیکھتی ہے آنکھ ہر قطرے مین یاں طوفانِ حُسن!	آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے مین ہے طوفانِ حسن!

۳۰۔ غزل

رسالۂ مخزن ماہ فروری ۱۹۰۳ء	بانگِ درا ص ۱۰۲
۱۔ کیا کہوں اپنے وطن سے میں جدا کیونکر ہوا	۱۔ کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا
اور اسیرِ حلقۂ دام ہوا کیونکر ہوا	..

۳۱۔ غزل

رسالۂ مخزن ماہ اکتوبر ۱۹۰۳ء	بانگِ درا ص ۱۰۵
۱۔ جرس ہوں میں صدا خوابیدہ ہے میرے رگ و پے میں	۱۔ جرس ہوں نالہ خوابیدہ ہے میرے ہر رگِ پے میں
یہ خاموشی مری وقتِ رحیل کاروان تک ہے	..
۲۔ جوانی ہے تو ذوقِ آرزو بھی لطفِ ارمان بھی	۲۔ جوانی ہے تو ذوقِ دید بھی لطفِ تمنا بھی
ہمارے گھر کی آبادی قیامِ میہمان تک ہے	..

۳۲۔ غزل

رسالۂ مخزن ماہ جنوری ۱۹۰۴ء	بانگِ درا صفحہ ۱۰۶
۱۔ جنھیں ڈھونڈا تھا میں نے آسمانوں میں زمینوں میں	۱۔ جنھیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں	..

۳۳۔ غزل

۱۔ رسالۂ مخزن ماہ مئی ۱۹۰۵ء	بانگِ درا ص ۱۱۲
لطفِ کلام کیا جو نہ ہو دل میں زخمِ عشق	۱۔ لطفِ کلام کیا جو نہ ہو دل میں دردِ عشق
بسمل نہیں ہے تو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے	..

۳۴۔ محبت

رسالۂ مخزن ماہ جنوری ۱۹۰۶ء	بانگِ درا ص ۱۱۵
۱۔ قمر اپنے لباسِ نو میں بیگانہ سا لگتا تھا	۱۔ ..
ابھی واقف نہ تھا گردش کے آئینِ مسلّم سے	نہ تھا واقف ابھی گردش کے آئینِ مسلّم سے
۲۔ سُنا ہے عالمِ بالا پہ کوئی کیمیا گر تھا	۲۔ سُنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیا گر تھا
صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھکر ساغرِ جم سے	..
۳۔ لکھا تھا عرش کے پایے پہ اک اکسیر کا نسخہ	۳۔ ..
چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشمِ لوحِ آدم سے	چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشمِ روحِ آدم سے
۴۔ نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیمیا گر کی	۴۔ ..
وہ اک نسخہ کو بڑھ کر جانتا تھا اسمِ اعظم سے	وہ اس نسخہ کو بڑھکر جانتا تھا اسمِ اعظم سے

۳۵۔ پیام

رسالۂ مخزن ماہ فروری ۱۹۰۶ء	بانگِ درا ص ۱۱۷
۱۔ قسمت سے ہو گیا ہے تو ذوقِ تپش سے آشنا	۱۔ عشق نے کر دیا تجھے ذوقِ تپش سے آشنا
پروانہ وار بزم کو تعلیمِ سوز و ساز دے	بزم کو مثلِ شمعِ بزم حاصلِ سوز و ساز دے
۲۔ اس عشق خانہ سوز کا شانِ کرم یہ ہے مدام	۲۔ شانِ کرم پہ ہے مدار عشق گرہ کشائے کا
با قیدِ کفر و دین نہیں جس کو وہ بے نیاز دے	دیر و حرم کی قید کیا جس کو وہ بے نیاز دے
۳۔ مانندِ شمع نور کا ملتا نہیں لباس اسے	۳۔ صورتِ شمع نور کی ملتی نہیں قبا اسے
جس کو خدا نہ دہر میں گریۂ جانگداز دے	..
۴۔ تارے میں وہ قمر میں وہ بجلی میں وہ شفق میں وہ	۴۔ تارے میں وہ قمر میں وہ جلوہ گہِ سحر میں وہ
چشمِ نظارہ میں نہ تو سرمۂ امتیاز دے	..

رسالہ	بانگ درا
۵. رفعت ہے عجز میں نہاں یعنی نیاز کر شعار	۵. عشق بلند بال ہے رسم و رہ نیاز سے
وہ محو ناز ہے اگر تو بھی جواب ناز دے	حسن ہے مست ناز اگر تو بھی جواب ناز دے
۶. محفل جو تھی بدل گئی ساقی تجھے خبر بھی ہے	۶. تجھ کو خبر نہیں ہے کیا؟ بزم کہن بدل گئی
اب نہ خدا کے واسطے اس کو نئے حجاز دے	..

۳۶۔ طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام

رسالہ مخزن ماہ جون ۱۹۰۷ء	بانگ درا ص ۱۱۹
۱. اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے	۱. ..
غربت کے درد مند کا طرز کلام اور ہے	عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے
۲. مرغان زیر دام کے ہنگامے سن چکے ہو تم	۲. طائر زیر دام کے نالے تو سن چکے ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالۂ طائر بام اور ہے	..
۳. تمکین جو ہے سکون سے ہے آتی تھی کوہ سے صدا	۳. آتی تھی کوہ سے صدا راز حیات ہے سکون
کہتا تھا مور ناتوان لطف خرام اور ہے	..
۴. جذب عرب کے بل پہ ہے انجم قوم کا قیام	۴. جذب حرم سے ہے فروغ انجمن حجاز کا
یثرب کے آفتاب کا یعنی نظام اور ہے	اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور ہے
۵. باقی ہے زندگی میں کیا ذوق نمو اگر نہ ہو	۵. موت ہے عیش جاودان ذوق طلب اگر نہ ہو
حرکت آدمی ہے اور حرکت جام اور ہے	گردش آدمی ہے اور گردش جام اور ہے
۶. شمع سحر یہ کہہ گئی ہے ساز زندگی کا سوز	۶. شمع سحر یہ کہہ گئی سوز ہے زندگی کا ساز
اس محفل نمود میں ہے شرط دوام اور ہے	غمکدۂ نمود میں شرط دوام اور ہے
۷. عجلت کردنہ کشود ہ و ہزار سالہ بھی	۷. بادہ ہے نیم رس ابھی شوق ہے نارسا ابھی

رہنے دو خم کے سر پہ تم خشت کلیسا ابھی

۳۷۔ وصال

Iqbal by Aliza Begum
Page - 31

	بانگ درا صفحہ ۱۲۶
۱. عشق کے کانٹے سے لالے بن گئے چھالے مرے	۱. عشق کی گرمی سے شعلے بن گئے چھالے مرے
کھیلتے ہیں بجلیوں کے ساتھ اب نالے مرے	..

۳۸۔ نوائے غم

رسالہ مخزن ماہ جون ۱۹۱۲ء	بانگ درا صفحہ ۱۳۲
۱. محشرستان نوا کا ہے امین جس کا سکوت	۱ ۱. ..
اور شرمندۂ ہنگامہ نہیں جس کا سکوت	اور منت کش ہنگامہ نہیں جس کا سکوت
۲. آہ امید محبت کی بر آئی نہ کبھی	۲ ..
چوٹ اس ساز نے مضراب کی کھائی نہ کبھی	چوٹ مضراب کی اس ساز نے کھائی نہ کبھی
۳. چھیڑ آہستہ سے دیتی ہے مری تار حیات	۳. چھیڑ آہستہ سے دیتی ہے مرا تار حیات
جس سے ہوتی ہے رہا روح گرفتار حیات	..
۴. نغمۂ یاس سے دھیمی سی صدا اٹھتی ہے	۴. نغمۂ یاس کی دھیمی سی صدا اٹھتی ہے
اشک کے قافلے کو بانگ درا اٹھتی ہے	

۳۹۔ ایک شام

کلیات اقبال (خاموشی) صفحہ ۱۰۰	بانگ درا ص ۱۳۶
۱. وادی کے صدا فروش خاموش	۱. وادی کے نوا فروش خاموش

کہسار کے سبز پوش خاموش	
۲- خاموش ہیں کوہ و دشت و دریا	۲- ..
قدرت ہے مراقبے میں گویا	قدرت ہے مراقبے میں گویا
۳- اے دل! خاموش تو بھی ہو جا	۳- اے دل! تو بھی خموش ہو جا
آغوش میں غم کو لے کے سو جا	..

۴۰- پیام عشق

رسالہ مخزن ماہ اکتوبر ۱۹۰۰ء	بانگ درا ص ۱۳۷
۱- وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی	۱- ..
فدائے ملت ہو یعنی آتش زن طلسم مجاز ہو جا	فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زن طلسم مجاز ہو جا

۴۱- فراق

کلیات اقبال (کنج تنہائی) ص ۹۵	بانگ درا ص ۱۳۹
۱- شگفتہ گیت کے چشموں کی دلبری ہے کمال	۱- شگفتہ گیت میں چشموں کے دلبری ہے کمال
دعائے طفلک گفتار آزما کی مثال	..
۲- ہے تخت لعل فلک پر ظہور اختر شام	۲- ہے تخت لعل شفق پر جلوس اختر شام
بہشت دیدۂ بینا ہے حسن منظر شام	..

۴۲- صقلیہ

جزیرۂ سسلی

رسالہ مخزن ماہ اگست ۱۹۰۸ء	بانگ درا ص ۱۴۱
۱- یہ محل خیمہ تھا ان صحرا نشینوں کا کبھی	۱- تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی

بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی	..
۲- زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے	۲- ..
شعلۂ جان سوز پنہاں جن کی تلواروں میں تھے	بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے
۳- آفرینش جن کی دنیائے کہن کی تھی اجل	۳- اک جہان تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے باطل کے محل	کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور
۴- زندگی دنیا کو جن کی شورش قم سے ملی	۴- مردہ عالم زندہ جن کی شورش قم سے ہوا
مخلصی انسان کو زنجیر توہم سے ملی	آدمی آزاد زنجیر توہم سے ہوا
۵- جس کے آوازے سے لذت گیر ابتک گوش ہے	۵- غلغلوں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے
وہ جرس کیا اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے	کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے

۴۳- غزل

رسالہ مخزن ماہ اپریل ۱۹۰۶ء	بانگ درا ص ۱۴۷
۱- ریاض ہستی کے ذرے ذرے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا	۱- ..
حقیقت گل کو تو جو دیکھے تو یہ بھی ساماں ہے رنگ و بو کا	حقیقت گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی سماں ہے رنگ و بو کا

۴۴- بلاد اسلامیہ

رسالہ مخزن ماہ اپریل ۱۹۰۹ء	بانگ درا ص ۱۵۵
۱- یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لئے ساماں ناز	۱- ..
لالۂ صحرائے یثرب یعنی تہذیب حجاز	لالۂ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیب حجاز
۲- کشور اسلام کا اے مسلمو دل ہے یہ شہر	۲- اے مسلمان ملت اسلام کا دل ہے یہ شہر
سیکڑوں صدیوں کی کشت و خوں کا حاصل ہے یہ شہر	..

۴۵- گورستان شاہی

رسالہ مخزن جون ۱۹۱۰ء   بانگ درا ص ۱۲۰

۱- آسمان بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے   ۱-
یعنی دھندلا سا جبینِ ماہ کا آئینہ ہے   کچھ مکدّر سا جبینِ ماہ کا آئینہ ہے

۲- فطرتِ نظارۂ امکان سراپا درد ہے   ۲- باطنِ ہر ذرۂ عالم سراپا درد ہے
اور خاموشی لبِ ہستی پہ آہِ سرد ہے   ..

۳- گرچہ باغِ زندگی سے گل بداماں ہے زمین   ۳- رنگ و آبِ زندگی سے گل بداماں ہے زمین
سیکڑون خون گشتہ تہذیبون کا مدفن ہے زمین   ..

۴- شورشِ بزمِ طرب کیا عود کی تقریر کیا   ۴- ..
قیدیِ زندانِ غم کا نالۂ شبگیر کیا   دردمندانِ جہان کا نالۂ شبگیر کیا

۵- یہ قمر جو ناظمِ عالم کا اک اعجاز ہے   ۵- چاند جو صورت گرِ ہستی کا اک اعجاز ہے
پہنے سونے کی قبا محوِ خرامِ ناز ہے   پہنے سیمابی قبا محوِ خرامِ ناز ہے

۶- زندگی کی مے سے مینائے جہان لبریز ہے   ۶- زندگی سے یہ پرانا خاکدان معمور ہے
منظرِ حسرت بھی ہے کوئی تو حسن آمیز ہے   موت مین بھی زندگانی کی تڑپ مستور ہے

۴۶- فلسفۂ غم

رسالہ مخزن جولائی ۱۹۱۱ء   بانگ درا ص ۱۴۰

۱- گو بظاہر تلخیِ دوران سے آرامیدہ ہے   ۱- کلفتِ غم گرچہ اُس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اُس کی آنکھ سے پوشیدہ ہے   زندگی کا راز اُس کی آنکھ سے مستور ہے

۲- اے کہ نظمِ دہر کا ادراک ہے حاصل تجھے   ۲- ..

کیون نہ ہو آسان غم و اندوہ کی منزل تجھے   کیون نہ آسان ہو غم و اندوہ کی منزل تجھے

۳- عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے   ۳- ..
ظلمتِ ہستی مین یہ سورج سدا تابندہ ہے   عشق سوزِ زندگی ہے تا ابد پائندہ ہے

۴- عقل جس دم دہر کی افتاد مین محصور ہو   ۴- عقل جس دم دہر کی آفات مین محصور ہو
یا جوانی کی اندھیری رات مین مستور ہو   ..

۴۷- ایک حاجی مدینے کے راستے مین

کلیات اقبال ص ۱۸۰   بانگ درا ص ۱۷۵

۱- خنجرِ رہزن اُسے گویا ہلالِ عید تھا   ۱- ..
ہائے یثرب دل مین لب پہ کلمۂ توحید تھا   "ہائے یثرب" دل مین لب پہ نعرۂ توحید تھا

۲- خوف کہتا ہے کہ یثرب کی طرف تنہا نہ چل   ۲ ..
شوق کہتا ہے کہ مسلم ہے تو بے باکانہ چل   شوق کہتا ہے کہ "تو مسلم ہے بے باکانہ چل"

۴۸- قطعہ

کلیات اقبال ص (مسافرانِ حرم کو ظالم رہِ کلیسا بتا رہے ہین)   بانگ درا ص ۱۷۶

۱- غضب ہین یہ مرشدانِ خود بین خدا تری قوم کو بچائے   ۱- ..
مسافرانِ حرم کو ظالم رہِ کلیسا بتا رہے ہین   بگاڑ کر تیرے مسلمون کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہین

۴۹- شکوہ

رسالہ مخزن ماہ جون ۱۹۱۱ء   (بند ۶)   بانگ درا ص ۱۷۷

۱- تھے ہمین ایک ترے معرکہ آراؤن مین   ۱- ..
کبھی خشکی مین لڑے اور کبھی دریاؤن مین   خشکیون مین کبھی لڑتے کبھی دریاؤن مین

۵۰۔ رات اور شاعر

پنجاب ریویو ماہ ستمبر ۱۹۱۰ء	بانگ درا ص ۱۸۸
۱۔ دریا کی تہ میں چشم گرداب سو رہی ہے	۱۔ دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو گئی ہے
ساحل سے لگ کے موج بے تاب سو رہی ہے	ساحل سے لگ کے موج بے تاب سو گئی ہے

۵۱۔ فضیحت

رسالہ مخزن ماہ مئی ۱۹۱۱ء عنوانِ "قطعہ"	بانگ درا ص ۱۹۴
۱۔ کل ملا مجھ سے جو اقبال تو پوچھا میں نے	۱۔ میں نے اقبال سے ازراہِ نصیحت یہ کہا
عاملِ روزہ ہے تو اور نہ پابند نماز	۔۔

۵۲۔ خطاب بہ جوانانِ اسلام

کلیاتِ اقبال ص ۱۵۰ (خطاب بہ مسلم)	بانگ درا ص ۱۹۸
۱۔ گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے	۱۔ ۔۔
کہ منعم کو گدا کے در پہ بخشش کا نہ تھا یارا	کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
۲۔ مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی	۲۔ ۔۔
جو دیکھو اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارا	جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارا

۵۳ غرۂ شوال یا ہلالِ عید

رسالہ مخزن ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء	بانگِ درا ص ۱۹۹
۱۔ تیری پیشانی پہ تحریر پیام عید ہے	۱۔ ۔۔
یعنی تیری شام صبحِ عیش کی تمہید ہے	شام تیری کیا ہے صبحِ عیش کی تمہید ہے
۲۔ زندگی تیری جبیں بوسی اسی ساعت کی ہے	۲۔ تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی رایت کی ہے

حسن روز افزوں سے تیرا آبروئے ملت کی ہے ۔۔

۵۴۔ شمع اور شاعر

کلیات اقبال ص ۲۰۳ (بند اول)	بانگ درا ص ۲۰۱
۱۔ می تپد صد جلوہ در جان امل فرسود من	۱۔ ۔۔
بر نمی خیزد ز محفل یک دل دیوانۂ	بر نمی خیزد ازیں محفلِ دل دیوانۂ

(بند دوم)

۲۔ قیس ہوں پیدا تری محفل میں یہ ممکن نہیں	۲۔ قیس پیدا ہوں تری محفل میں یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا ترا، محمل ہے بے لیلا ترا	۔۔

(بند نہم)

۳۔ دیکھ آ کر کوچۂ چاک گریبان میں کبھی	۳۔ دیکھ آ کر کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی
قیس تو لیلا بھی تو، صحرا بھی تو محمل بھی تو	۔۔

(بند یازدہم)

۴۔ آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک	۴۔ ۔۔
یعنی گل کی ہم نفس باد صبا ہو جائیگی	بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائیگی

۵۵ مسلم

رسالہ مخزن ماہ جولائی ۱۹۱۲ء	بانگ درا ص ۲۱۶
۱۔ نبض موجودات میں رقصاں حرارت اس سے ہے	۱۔ نبض موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے
اور مسلم کے تخیل میں جسارت اس سے ہے	۔۔
۲۔ آشکارا ہیں مری آنکھوں پہ اسرارِ حیات	۲۔ ۔۔

کر نہیں سکتی مجھے مایوس پیکارِ حیات	کر نہیں سکتے مجھے نومید پیکارِ حیات

۵۶۔ شفاخانۂ حجاز

کلیاتِ اقبال ص ۸۸	بانگ درا ص ۲۱۹
۱ دین اور کو حضور یہ پیغامِ زندگی	۱۔ اوروں کو دیں حضور یہ پیغامِ زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں	..

۵۷۔ جوابِ شکوہ

کلیاتِ اقبال ص ۱۹۰	بانگ درا ص ۲۲۰
خاک سے اٹھی ہے گردوں پہ گذر رکھتی ہے	
اڑ کے آواز مری تا بہ فلک جا پہنچی	عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
یعنی اس گل کی مہک عرش تلک جا پہنچی	آسمان چیر گیا نالۂ بے باک مرا
کہیں تہذیب کی پوجا کہیں تعلیم کی ہے	بادہ آشام نئے، بادہ نیا خم بھی نئے
قوم دنیا میں یہی احمدِ بے میم کی ہے	حرمِ کعبہ نیا، بت بھی نئے تم بھی نئے
بنتی ہوئے کوہ کے کانٹوں سے بیابان خالی	خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستان خالی
گل بر انداز ہے خونِ شہدا کی لالی	..
پیرہن کیوں نہ فلکِ پیر کا عنابی ہو	رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے!	..
ختم کاہے کو ہوا کام ابھی باقی ہے	وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے	..
شوقِ وسعت ہے تو ذرے سے بیابان ہو جا	ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیابان ہو جا

نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفان ہو جا	..
بول اس نام کا ہر قوم میں بالا کر دے	قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
اور دنیا کے اندھیرے میں اجالا کر دے	دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے
ہو نہ افسردہ اگر ہل گئی تعمیر تری	عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری
رازِ توحید حکومت نہیں تفسیر تری	میرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری
تو وہ سرباز ہے اسلام ہے شمشیر تری	ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری
نظمِ ہستی میں ہے کچھ اور ہی تقدیر تری	..

۵۸۔ نویدِ صبح

رسالہ مخزن ماہ جنوری ۱۹۱۲ء	بانگ درا ص ۲۳۶
۱۔ مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو	..
وہ نکل آئی سحر گرمِ تقاضا تو بھی ہو	وہ چمک اٹھا افق گرمِ تقاضا تو بھی ہو
۲۔ دورۂ عالم میں رہ پیدا ہو مثلِ آفتاب	۲۔ وسعتِ عالم میں رہ پیما ہو مثلِ آفتاب
دامنِ گردون سے ناپیدا ہوں یہ داغ سحاب	..
۳۔ تو سراپا نور ہے زیبا ہے عریانی تجھے	۳۔ تو سراپا نور ہے خوشتر ہے عریانی تجھے
اور عریان ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھے	..

۵۹۔ فاطمہ بنت عبداللہ

کلیاتِ اقبال ص ۹۰ (فاطمہ)	بانگ درا ص ۲۳۹
۱۔ فاطمہ تو آبروئے ملتِ مظلوم ہے	۱۔ فاطمہ تو آبروئے امتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے	

۲- ہے جسارت آفرین شوقِ شہادت کس قدر   ۲- یہ جہاد اللہ کے رستے مین بے تیغ و سپر!
دل کہ برگِ نازکِ گل سے بھی تھا پاکیزہ تر   ہے جسارت آفرین شوقِ شہادت کسقدر!

۳- یعنی نوزائیدہ تارون کا فضا مین ہے ظہور   ۳- تازہ انجم کا فضائے آسمان مین ہے ظہور
دیدۂ انسان سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور   ..

۴- جن کی تابانی مین اندازِ کہن بھی نو بھی ہے   ۴- ..
اور خونِ بنت عبداللہ کا پرتو بھی ہے   اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے!

۶۰- شبنم اور ستارے

کلیاتِ اقبال ص ۱۲۷   بانگ درا ص ۲۴۰

۱- زہرہ نے سُنی ہے یہ خبر ایک مَلَک سے   ..
انسانون کی ہستی ہے بہت دور فلک سے   انسانون کی بستی ہے بہت دور فلک سے

۲- آتی ہے صبا وان تو پلٹ جانے کی خاطر   ۲- آتی ہے صبا وان سے پلٹ جانیکی خاطر
بیچاری کلی کھلتی ہے مرجھانے کی خاطر   "

۳- بنیاد ہے کاشانۂ عالم کی ہوا پر!   ۳- ..
فریاد کی تصویر ہے قرطاسِ فنا پر!   فریاد کی تصویر ہے قرطاسِ فضا پر!

۶۱- غلام قادر رہیلہ

کلیاتِ اقبال صفحہ (زوالِ ہمت)   بانگ درا ص ۲۴۳

۱- دلِ نازک لرزتے تھے قدم مجبورِ جنبش تھے   ۱- لرزتے تھے دلِ نازک قدم مجبورِ جنبش تھے
روان دریائے خون شہزادیون کے دیدۂ تر سے   ..

۲- کمر سے پھر وہ تیغِ جان ستان آتش نشان کھولی   کمر سے اُٹھ کے تیغِ جان ستان آتش نشان کھولی

سبق آموزِ تابانی ہو انجم جس کے جوہر سے   سبق آموزِ تابانی ہون انجم جس کے جوہر سے

۳- رکھا خنجر کو آگے، اور کچھ پھر سوچ کر لیٹا   ۳- ..
تقاضا کر رہی تھی نیند گویا چشمِ اختر سے   تقاضا کر رہی تھی نیند گویا چشمِ احمر سے

۴- بجھائے خواب کے پانی نے اخگر اُسکی آنکھون سے   ۴- بجھائے خواب کے پانی نے اخگر اسکی آنکھون کے
نگہ شرما گئی ظالم کی درد انگیز منظر سے   ..

۵- ذرا مسند پہ سو جانا بناوٹ تھا تکلف تھا   ۵- ذرا مسند پہ سو جانا بناوٹ تھی تکلف تھا
کہ غفلت دور ہے نامِ صف آرایانِ لشکر کو   کہ غفلت دور ہو شانِ صف آرایانِ لشکر کو

۶- ذرا مقصد یہ تھا اس سے کوئی تیمور کی بیٹی   ۶- یہ مقصد تھا مرا اس سے کوئی تیمور کی بیٹی
مجھے غافل سمجھ کر مار ڈالے میرے خنجر سے   ..

۶۲- صدیق

کلیاتِ اقبال ص ۹ (دیباچہ) (ایثارِ صدیق)   بانگ درا ص ۲۵۰

۱- اتنے مین وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا   ..
شاہد ہے جس کی مہر و وفا پر حرا کی غار   جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

۲- پروانون کو چراغ عنادل کو پھول بس   ۲- پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول بس!   ..

۶۳- والدۂ مرحومہ کی یاد مین

کلیاتِ اقبال ص ۱۰۹   بانگ درا ص ۲۵۲

۱- زندگی کی اوج گاہون سے اُتر آتے ہین ہم   ۱- ..
سایۂ مادر مین طفلِ سادہ رہ جاتے ہین ہم   صحبتِ مادر مین طفلِ سادہ رہ جاتے ہین ہم

۶۴ - شعاعِ آفتاب

رسالہ زمانہ ماہ جون ۱۹۲۰ء ص ۲۹۳ — بانگ درا ص ۲۶۷

(آفتاب کی پہلی شعاع)

۱ ہین کوئی بجلی نہین فطرت میں گو ناری ہون مین — ۱- برق آتش خو نہین فطرت میں گو ناری ہون مین

مہرِ عالم تاب کا پیغامِ بیداری ہون مین — ..

۶۵ - ۵۴ - عرفی

کلیاتِ اقبال ص ۵۰ — بانگ درا ص ۲۶۸

۱ تغیر آ گیا ایسا۔ مزاج اہلِ عالم مین — ۱- مزاج اہلِ عالم مین تغیر آ گیا ایسا

کہ رخصت ہو گئی دنیا سے کیفیت وہ یکسانی — ..

۲ صدا تربت سے آئی شکوۂ اہلِ جہان کم گو — ۲- صدا تربت سے آئی شکوۂ اہلِ جہان کم گو

نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی

۶۶ - بلال رض

کلیاتِ اقبال (نوائے اذان) ص ۱۶۸ — بانگ درا ص ۲۷۲

۱ جس کا امین ازل سے ہوا سینۂ بلال رض — ۱-

محکوم اس صدا کے ہین شاہنشہ و وزیر — محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

۶۷ - پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

کلیاتِ اقبال (شجر ملت) ص ۱۵۶ — بانگ درا ص ۲۸۰

۱ فصلِ خزان ہے تیرے گلستان مین خیمہ زن — ۱- ہے تیرے گلستان مین بھی فصلِ خزان کا دور

خالی ہے جیب گل زر کامل عیار سے — ..

۲ شاخ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو — ۲- ..

واقف نہین ہے قاعدۂ روزگار سے — ناآشنا ہے قاعدۂ روزگار سے

۳ مذہب کے ساتھ واسطۂ استوار رکھ — ۳- ملت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ — ..

۶۸ - پھول

کلیاتِ اقبال (گل) ص ۱۳۸ — بانگ درا ص ۲۸۱

۱ تنگ بخشی کو استغنا سے پیغامِ خجالت ہے — ۱- تنگ بخشی کو استغنا سے پیغامِ خجالت دے

نہ رہ منت کشِ شبنم نگون جامِ سبو کر ہے — ..

۶۹ - مین اور تو

کلیاتِ اقبال (ترنم) ص ۸۶ — بانگ درا ص ۲۸۴

(اقبال نامہ ص ۸۲)

۱ تری راکھ مین ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر — ۱- تری خاک مین ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

کہ جہان مین نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

۲ گلۂ وفائے جفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے — ۲- گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے

کسی بتکدے مین بیان کرون تو کہے صنم بھی ہری ہری — ..

۷۰ - خضرِ راہ

کلیاتِ اقبال ص ۲۱۲ — بانگ درا ص ۲۸۸

(بند سوم)

۱ ریت کے ٹیلے پہ وہ آہوے بے پروا خرام — ۱- ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام

وہ گدا بے برگ و سامان وہ سفر بے سنگ و میل	وہ خضر بے برگ و سامان وہ سفر بے سنگ و میل

۷۱۔ غزل

رسالہ مخزن ماہ مئی ۱۹۱۷ء	بانگ درا ص ۳۱۸
۱۔ شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی	۱۔ ..
تو ہے ہندوے صنم خانۂ ایام ابھی	تو ہے زناری بُت خانۂ ایام ابھی

۷۲۔ غزل

رسالہ مخزن ماہ فروری ۱۹۱۷ء	بانگ درا ص ۳۱۹

(سحرِ حلال)

۱۔ نفسِ گرم کی تاثیر ہے انعامِ حیات	۱۔ نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات
تیرے سینے مین اگر ہے تو مسیحائی کر	..
۲۔ تو کجی ہے تو یہ چشمکِ پنہان کیسی	۲۔ تو بجلی ہے تو یہ چشمکِ پنہان کب تک
بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر	..
۳۔ تا کجا طور پہ دریوزہ گری مثلِ کلیم	۳۔ کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثلِ کلیم
اپنی ہستی سے عیان شعلۂ سینائی کر	اپنی ہستی سے عیان شعلۂ سینائی کر

۷۳۔ غزل

رسالہ مخزن ماہ مئی ۱۹۱۲ء	بانگ درا ص ۳۲۰
۱۔ نہ کہیں جہان مین امان ملی جو امان ملی تو کہان ملی	..
مرے جرم ہائے سیاہ کو تری عفو بندہ نواز مین	مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز مین
نہ وہ عشق مین رہین گرمیان نہ وہ حسن مین رہین شوخیان	
نہ وہ غزنوی مین [illegible] نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز مین	نہ وہ غزنوی مین تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز مین

۷۴۔ غزل

کلیاتِ اقبال ص ۲۴	بانگ درا ص ۳۲۱
۱۔ نہ خدا رہا نہ حرم رہا نہ رقیب دیر و حرم رہے	۱۔ نہ خدا رہا نہ صنم رہے نہ رقیب دیر و حرم رہے
نہ رہی کہین اسد اللہی نہ کہین وہ بولہبی رہی	نہ رہی کہین اسد اللہی نہ کہین ابولہبی رہی
۲۔ مرا ساز گرچہ ستم رسیدۂ زخمہ ہائے عجم رہا	۲۔ مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخمہ ہائے عجم رہا
مین وہ ہون شہید وفا مگر کہ نوا مری عربی رہی	وہ شہید ذوقِ وفا ہون مین کہ نوا مری عربی رہی

۷۵۔ اشعار مثنوی اسرار خودی

Iqbal by Aliya Bagum 73	مثنوی اسرار خودی طبع چہارم ص ۹
۱۔ آتش استی بزم عالم بر فروز	۱۔ ..
دیگران را ہم ازین آتش بسوز	دیگران را ہم ز سوزِ خود بسوز
۲۔ سینہ را سر منزل صد نالہ ساز	۲۔ خندہ را سرمایہ صد نالہ ساز
اشکِ خونین را جگر پرکالہ ساز	..
۳۔ پشت پا بر شورش دنیا بزن	۳۔ بر جگر ہنگامۂ محشر بزن
موجہ بیرون این دریا بزن	شیشہ بر سر دیدہ بر نشتر بزن

۷۶۔ اشعار مثنوی رموز بیخودی

اقبال نامہ ص ۴۷۱	مثنوی رموز بیخودی طبع چہارم
۱۔ دست او یک ثلثِ گیتی نورد	حکمتش یک ثلثِ گیتی نورد
بر اساس کعبہ تعمیر کرد	..

٣-	پس چرا از مسکنِ آبا گریخت،	٣-	..
	تو چہ پنداری کہ از اعدا گریخت		تو گمان داری کہ از اعدا گریخت
٣-	صورتِ ماہی بہ بحر آباد شو	٣-	..
	یعنی از قید وطن آزاد شو		یعنی از قید مقام آزاد شو
٤-	ہر کہ از بند جہات آزاد شد	٤-	ہر کہ از قید جہات آزاد شد
	چون فلک در شش جہت آباد شد		..

٧٧- دریائے نیئن

اقبال نامہ (مجموعۂ مکاتیب اقبال) ص ٢٩٣

١-	لمحہ ہی نہیں ہے اور آرزوے وصال ہے	١-	..
	مشق خرام نہیں موسم برشگال ہے		موجیں ہیں زور زور کی موسمِ برشگال ہے
٢-	موجیں ہیں نغمہ زن ادھر ابر ادھر ہے اشکبار	٢-	..
	دونوں کی کشمکش میں آج حسن بھی پائمال ہے		دونوں کی کشمکش میں آج ذوق بھی پائمال ہے
٣-	جان کے دل کا راز وہ مجھ سے یہ پوچھتے ہیں پھر	٣-	جان کے بھی وہ رازِ دل مجھ سے یہ پوچھتے ہیں پھر
	آپ چھپا رہے ہیں کیوں آپ کا کیا سوال ہے		..

٧٨- شبنم کا قطرہ

(اقبالنامہ ص ٤٠-٤٣)

١-	دیکھنے کو اک ذرا سا قطرۂ بے رنگ ہوں	١-	قطرۂ بے رنگ ہوں یا قلزمِ نیرنگ ہوں
	مختلف رنگوں میں لیکن قطرۂ ذی رنگ ہوں		سننے والے سن کہ میں بھی اک خوش آہنگ ہوں

---

[1] ڈاکٹر محمد عباس علی خان لمعہ [2] بمبئی کے ایک دریا کا نام جو لمعہ کی تفریح کا مرکز تھا،

٢-	پر نہیں ہے چین میرے قلبِ مضطر کے لئے	٢-	وقف بے تابی ہے میری جانِ مضطر کے لئے
	میں بنا ہوں چرخ کی مانند چکر کے لئے		..
٣-	گردشِ ہفت آسمان پنہاں ہے میرے سینے میں	٣-	..
	ہے نہاں راز حیات روح میرے جینے میں		زندگی کا راز پوشیدہ ہے میرے جینے میں
٤-	اک ذرا سنئے مری آوارگی کی داستان	٤-	سن ذرا غافل مری آوارگی کی داستان
	میں کہاں تھا؟ کس لئے؟ اور کس طرح پہنچا یہاں		..
٥-	دیکھ کر اس شعلہ رو کو آگ سی دل میں لگی	٥-	..
	آہ! پھر کیا ہوتا؟ میں تھا اور تھی از خود رفتگی		کیا کہوں پوشیدہ تھی فطرت میں از خود رفتگی
٦-	شام ہونے سے تو بس میرا مقدر سو گیا		شام آئی جس گھڑی میرا مقدر سو گیا
	بخت دنیا کی طرح تاریک منظر ہو گیا		میری قسمت کی طرح تاریک منظر ہو گیا
٧-	میں بھی ساتھ اس ابر کے اشک چکاں بن کر گرا		مل گیا بوندوں میں اشکِ مضطرب بن کر گرا
	اور گرا کس چیز پہ میں اک پہاڑی پر گرا		رفعتِ گردون سے آخر اک پہاڑی پر گرا
٨-	اس پہاڑی سے میں بہ کر ہمرہِ دریا ہوا	٨-	کوہ میں بھی دل نہ بہلا ہمرہِ دریا ہوا
	جوشِ وحشت میں روانہ جانبِ صحرا ہوا		..
٩-	اس طرح سے پھرتا پھرتا میں تلاشِ یار میں	٩-	اس طرح پھرتا پھراتا جستجوے یار میں
	مردِ دل ہو کر گرا آخر یہاں گلزار میں		تھک کے آخر گر پڑا ہوں گوشۂ گلزار میں
١٠-	ہوں وہی قطرہ جو تھا اک دن بحرِ بیکران	١٠-	ہوں وہی قطرہ جو تھا اک دن سمندر میں نہاں
	ہوں وہی قطرہ جو تھا ہمراہ دریائے روان		..

ادبیات

غزل

جناب مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے علیگ

ملی تھی نام کو اک زیست محروم سکون وہ بھی / سو ایما ہے کہ نذر عشوۂ قاتل کرون وہ بھی

ہر اک غم آفت جان ہے غم دنیا ہو دون وہ بھی / مگر ہے شرم عصیان کے مقابل مین سکون وہ بھی

یہ گردن دوش پر ہے پرچم ملت ہے ہاتھون مین / وہ ہمت دے کہ یارب یہ بھی مین جھکنے نہ دون وہ بھی

غرض کیا تھی ترے طالب کو سیر دیر و کعبہ سے / کہ تھی خاکم بسر اک لغزش گام جنون وہ بھی

ہوئے سب معرکے طے اک مہم تفویض جان کی ہے / مرے مولا وہ ایمان دے کہ مین سر کر سکون وہ بھی

وہان مشق تغافل ہے یہان طعنے رقیبون کے / وفا کا ہے صلہ اچھا کہ مین یہ بھی سہون وہ بھی

ملامت قلب مومن کی شماتت حسن کافر کی / مرے کرتوت کا پھل ہے کہ مین یہ بھی سنون وہ بھی

یہ طعنے سن رہا ہون جان دے کر ان کے قدمون پر / کہ تھی میری طرف سے ایک تدبیر سکون وہ بھی

وہ فردوس تصور، جو مراد دیدہ و دل تھا / کھلی آنکھین تو نکلا ان نگاہون کا فسون وہ بھی

کسی سرکش کی گنجایش نہین اس بزم ہستی مین / فلک کو دیکھیے اس اوج پر ہے سرنگون وہ بھی

جنھین دعوی تھا صیادی کا عبرت گاہ عالم مین / ہوئے آخر قتیل ناوک چرخ حرون وہ بھی

وہ چشمک دیدہ و دل کی یہ نکھرا موج و ساحل کی / انھین کا سحر ہے یہ بھی انھین کا تھا فسون وہ بھی

ترے قربان غم الفت کی وہ دولت عطا کر دی / ملے کونین بھی اسکے عوض مین تو نہ لون وہ بھی

نگاہ ناز جانان کیا حقیقت اس دل و جان کی / ملین سو جان و دل ایسے تو مین صدقے کرون وہ بھی

یہ حسن و عشق کیسے زیر و بم ہین ایک نغمے کے / جہان کیا کچھ نہین جز اک نوائے کاف و نون وہ بھی

ہین جام مرگ کو بھی جرعۂ آب بقا سمجھون / جو وقت واپسین پیش نگاہ شوق ہون وہ بھی

ڈراتا کیا ہے واعظ تابش خورشید محشر سے / بہت ہوگا تو ہوگا ذرۂ سوز درون وہ بھی

دم رخصت نئے فتنے اٹھائے اس نے ٹھوکر سے / جو پہلے اٹھ چکے تھے رہ گئی سب جون کے تون وہ بھی

مرے نالون کا ظالم پر اثر ہوتا تو کیون ہوتا / ہے اس کی بزم عشرت مین صدائے ارغنون وہ بھی

خرد سے دل نے پوچھی راہ جب تکمیل مقصد کی / ہوئی صحرائے وحشت ہی کی جانب رہنمون وہ بھی

یہ سنکر اور غم تازہ ہوا اپنی تباہی کا / سنا ہے رو دیے سنکر مرا حال زبون وہ بھی

معاذ اللہ جناب شیخ اور الزام مے خواری / بس اک دو گھونٹ پی لی تھی برائے آزمون وہ بھی

مرا کیا پوچھتے ہو حال کیا ہون مین کہان ہون مین / فدا ہون جسکے جلوون پر ہے بے چون و چگون وہ بھی

یہ مانا روح پرور ہے حرم صلح و مدارا کا / مگر ملتا نہین ہے بے عبور جوئے خون وہ بھی

سہیل نکتہ دان کو ادعا تھا ہوشمندی کا
ہوا اس دور مین آوارۂ دشت جنون وہ بھی

مطبوعات جدیدہ

منصب امامت مترجمہ جناب حکیم محمد حسین صاحب علوی، تقطیع اوسط، ضخامت ۱۵۲ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت مجلد عالم غیر مجلد عہ/ پتہ: مترجم، راوی روڈ، موہن پورہ، لاہور،

اسلام مین امامت سب سے بڑا دینی اور دنیاوی منصب ہے، جو دین وملت، حکومت وسیاست، تعلیم وتزکیہ اور اخلاق وروحانیت سب کا جامع ہے، اس کا سب سے بلند درجہ نبوت ہے، جس مین امامت کے سارے کمالات جمع ہوتے ہین، اور انبیاء کے جانشینون مین نبوت کے علاوہ دوسرے تمام اوصاف مجتمعاً یا منفرداً پائے جاتے ہین، اس لیے امامت درحقیقت نبوت کی جانشینی اور اس کا عکس اور پرتو ہے، منصب امامت فارسی مین مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ہے، اس مین امامت کی حقیقت، اس کے اصلی سرچشمۂ نبوت کے اوصاف وکمالات اور امامت کے جملہ دینی ودنیاوی اقسام کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اور ان کے اوصاف وخصوصیات اور اس سے متعلق جملہ امور ومسائل پر دقیق ومشکلمانہ بحثین ہین، جن سے امامت کی حقیقی عظمت واہمیت ظاہر ہو جاتی ہے، ان مباحث کی قدر وقیمت کا اندازہ کتاب کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے، ایسی کتابون کا صاف اور سلجھا ہوا ترجمہ بہت مشکل ہے، ترجمہ سے عموماً پورا مفہوم ومقصد ظاہر نہین ہوتا، اس لیے ترجمہ کے بجائے ہر بحث کو پوری طرح سمجھ کر اس کا مفہوم اپنے الفاظ مین لکھ دینا زیادہ بہتر ہوتا ہے، اس کتاب مین بھی ترجمہ کی پابندی کی وجہ سے یہ نقص رہ گیا ہے، کہ جابجا مطلب سمجھنا مشکل ہے، بلکہ فارسی مین اس کا سمجھنا زیادہ آسان ہے، یہ کتاب پاکستان مین شائع ہوئی ہے، اور وہین کے لیے کارآمد بھی ہو سکتی ہے، اب دنیائے اسلام مین کہین بھی منصب امامت کا وجود باقی نہین ہے،

ہندوستان مین لے دے کر ایک مسجد کی امامت رہ گئی ہے، اس کا بھی یہ حال ہے کہ عموماً ہر بستی یا محلہ کی مسجد کا امام وہان کا حقیر ترین انسان ہوتا ہے، حالانکہ اس کا سلسلہ بھی نبوت ہی کی جانشینی سے ملتا ہے، اسیلیے امام صاحب علم ووجاہت شخص کو ہونا چاہیے، جو نمازیون کو تعلیم دے سکے اور ان کی غلطیون پر ٹوک سکے، جہان ایسے لوگ نہ مل سکین وہان کم سے کم کسی ممتاز آدمی کو امامت کا فرض انجام دینا چاہیے، اس سے شرمانا یا اس کو اپنے رتبہ سے فروتر سمجھکر محلہ کے بیکسون اور جاہل اور کم پایہ لوگون کو امام بنانا امامت کی تحقیر ہے،

اسلامی اصولِ قانون اور نظریہ دستوری کا ارتقاء، مترتبہ جناب محمد حمید اللہ صاحب، تقطیع بڑی، ضخامت ، صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت معمولی، قیمت تحریر نہین، پتہ:- احسان بک ڈپو رسالہ عبد اللہ، حیدرآباد، دکن،

ایک امریکن مستشرق پادری ڈی، بی میگڈانلڈ نے اسلامی الٰہیات، اس کے اصول قانون، اور دستوری ارتقاء پر انگریزی مین ایک کتاب لکھی تھی، مذکورۂ بالا کتاب اس کے دو ابواب کا جو اسلامی اصول قانون اور دستوری ارتقاء پر ہین، اردو ترجمہ ہے، دستوری ارتقاء مین خلفائے راشدین کے عہد سے لے کر خلافت عثمانیہ تک سلسلۂ خلافت کی تمام حکومتون کے نظامون پر تبصرہ ہے، اور خلافت کے بارہ مین اہل سنت، خوارج، اثنا عشری، زیدی، اسمٰعیلی وغیرہ شیعی فرقون کے نقطہ نظر بیان کرنے کے بعد خلافت راشدہ، اموی، عباسی، عثمانی اور فاطمی خلافتون کے زمانہ مین خلفاء کے انتخاب اور خلافت کے اصولون، اور اس کے دستور مین جن جن اسباب کی بنا پر جو جو تبدیلیان ہوئین، اور ان کے جو نتائج نکلے ان سب کی تفصیل بیان کی گئی ہے،

دوسرے حصہ یعنی اصول قانون، یا فقہی قوانین کی ترقی مین عہد رسالت مین اسلامی قانون کے سرچشمہ اور آپ کے بعد اس کے ماخذون قرآن، حدیث، سنت، اجماع وقیاس کی وضاحت کرنے کے بعد اجماع وقیاس کے بارہ مین فقہا و محدثین اور اصحاب رائے و اہل ظاہر کے اختلافات، روایت حدیث، کتب احادیث کی تدوین، ائمۂ اربعہ اور ان کے مذاہب کی پیدائش اور قانون سازی کے بارے مین ان کے

نقطہائے نظر کی تفصیل ہے، ان بحثون مین فقہ و اصول فقہ کے متعلق بہت سے معلومات آگئے ہین،
کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی تاریخ پر تو مصنف کی نظر ہے، اس لیے اسلامی دستور
حکومت کے ارتقاء و تغیر کی تاریخ تو ایک حد تک صحیح بیان کی ہے، گو وہ بھی اغلاط سے یکسر خالی نہین
ہے لیکن فقہ کے تغیرات اور ارتقاء کے اسباب و نتائج پر یا مصنف کی نظر نہین ہے یا عمداً غلط
بیانون سے کام لیا ہے، اور اس مین ایسی فاش غلطیان اور تدلیسات ہین کہ ان کی تاریخ کا
معمولی واقف کار بھی نہین کرسکتا، مترجم نے دیباچہ مین لکھا ہے کہ حاشیہ مین مصنف کی غلط بیانیون
پر متنبہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن یہ کوشش دو چار مقامون سے زیادہ نظر نہین آتی وہ بھی محض
طالب علمانہ، حالانکہ اس باب کا کوئی صفحہ مشکل سے اغلاط سے خالی ہوگا، سرورق پر مترجم کا نام
نہین ہے، کتاب کے آخر مین محمد حمید اللہ صاحب کا نام ہے، اگر یہ کوئی طالب علم ہین تو خیر کوئی
مضائقہ نہین، لیکن اگر ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر محمد حمید اللہ ہین، تو ان سے اس قسم کی فروگذاشت
کی توقع نہین کی جاسکتی تھی۔

آبگینۂ شعر — از بشیر النساء بیگم، تقطیع بڑی، ضخامت ۲۳۲ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت
نفیس، قیمت مجلد چھ روپے، پتہ: سب رس کتاب گھر، خیرت آباد، حیدرآباد دکن،

مصنفہ دکن کی مشہور شاعرہ ہین، آبگینۂ شعر ان کے کلام کا مجموعہ ہے، جو سات عنوانون،
نذر رسالت، افکار و اذکار، حدیث دکن، خانوادہ آصفی، ساز غزل، یاد رفتگان اور سوز و ساز
کے ماتحت ۲۰۰ منظومات پر مشتمل ہے، گو مصنفہ کی شہرت دکن کے اندر تک محدود ہے لیکن
ان کا کلام اپنے محاسن و خصوصیات کے لحاظ سے ہندوستان کی نسوانی دنیائے ادب مین
ممتاز حیثیت کا مستحق ہے، اور مذکورہ بالا مجموعے کی تمام نظمین جذبات و خیالات کی پاکیزگی اور
زبان و بیان کی صفائی و سلاست ہر لحاظ سے قابل قدر ہین،

"م"

جلد ۶۴ ماہ ذیحجہ ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۹ء عدد ۴

مضامین

مقالات

ادبیات

باب التقریظ والانتقاد